شرح قیمت جو بہر حال پیشگی لیجائیگی

عوام سے (صہ)
خواص سے (غہ)
ہندوستان کے باہر (ے)
غیر مذاہب اور غیر مستطیع احباب سے صرف (۱۲/ مے)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۸

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

۱۴/۲۱ جون ۱۹۱۱ء

نمبر ۲۱/۲۲ جلد ۱۵

الحکم

Digitized by Khilafat Library

قادیان دار الامان

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی (تراب) احمدی

قادیان دار الامان کے کارخانہ انوار احمدیہ سے ہر انگریزی مہینے کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب مالک و ایڈیٹر و پرنٹر و پبلشر چھپکر شایع ہوا۔

قطع نظر کیجائے - کیونکہ ان مذاہب والوں کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ اگر وہ جمہور اہل اسلام کے ساتھ اتفاق نہ کریں تو ان کی علیحدگی اور رہبانیت کا کوئی اثر زور کے ساتھ اسلام پر نہیں پڑ سکتا - بڑے بڑے گروہ مسلمانوں کے دو ہی ہیں سنی اور شیعہ ان دونوں کے اتحاد کی یہ صورت ہے کہ کچھ سنی تنزل کریں اور کچھ شیعہ - سنی تو یہ کریں - کہ جناب امیر اور تمام ائمہ اہل بیت کی بدل تعظیم کریں اور محبت اور بیان فضائل اور مناقب میں غرق ہو جائیں اور جناب امیر کو افضل صحابہ اور تمام مومنین کے پیشوا تسلیم کریں - یزید اور ابن زیاد اور عمر بن سعد قاتلین اور اعدائے امام علیہ السلام کو طعون اور مستوجب تحسین اور معاویہ اور عمرو بن عاص اور مغیرہ کی نسبت کوئی کلمہ تعظیم اور تکریم کا مثلاً حضرت اور رضی اللہ عنہ نہ کہیں - تعزیہ سازی اور مجالس مرثیہ خوانی کی کوئی ہجو اور تنقیص نہ کریں - نہ اس کی قباحت اور مخالفت میں کوئی اشتہار یا تالیف شائع کریں - شیعہ یہ کریں کہ جناب عائشہ صدیقہ اور حضرات خلفائے ثلثہ سے سکوت کریں - نہ انکی مدح اور نہ قدح - چودہ سو برس اور ہر کے واقعات سے بالکل چشم پوشی فرمائیں - اور اسلام کی موجودہ ضروریات اور حوائج پر غور کریں باقی معاویہ اور یزید اور ابن زیاد وغیرہ ہم تو جلتا چاہیں - دل کھولکر برا کہا کریں - مجالس مرثیہ خوانی اور تعزیہ برداری بڑی آزادی کے ساتھ کرتے ہیں -

کوئی سنی ان مراسم کی ادائی میں کسی طرح کی مزاحمت یا تعرض یا دخل ہی نہ کرے - نہ ان مراسم کی نسبت کوئی مخالفانہ تحریر یا تقریر شائع کرے - سنی حضرات شیعہ کے پیچھے اور شیعہ حضرات اہل سنت کے پیچھے نماز جمعہ اور عیدین بلا تکلف ادا کریں - جب مسلمانوں کے یہ دو بڑے گروہ شیر و شکر کی طرح آپس میں مل جائیں - تو سمجھنا چاہیئے - کہ اب اسلام کے پھر دن پھرے اب رہی وہ فرق جو شیعہ میں ہیں - جیسے اخباری اور اصولی نہیں تو اللہ کے فضل سے باہمی کوئی تنازع اور فساد نہیں ہے - ان کو دیکھکر اہل سنت کے فرعی فرق کو عبرت اور نصیحت لینا چاہیئے یعنے جیسے مذہب شیعہ میں اصولی (فقہا) اخباری (اہلحدیث) آپس میں ملے جلے ہیں - ویسے ہی مذہب اہل سنت میں مقلدین ائمہ اربعہ اور اہل حدیث کو ملکر رہنا چاہیئے - اور تمام جاہلانہ نزاعات اور تعصبات کو یک قلم دور کرنا چاہیئے - اور ہر مقلدین کے علما اپنے لوگوں کو اور ہر اہل حدیث علما اپنے لوگوں کو متنبہ کرائیں کہ اگر کوئی حنفی اہل حدیث سے یا اہل حدیث حنفی سے بیجا جدائی اور تعصب اور تنازع کرے گا - یا ایک دوسرے کی تحقیر یا توہین کریگا - یا اپنی مسجد میں اس کو آنے اور نماز پڑھنے سے روکیگا - تو وہ جماعت سے خارج کر دیا جائیگا نہ کوئی اسکی شادی بیاہ میں جائیگا - نہ اپنی شادی بیاہ میں اس کو بلائیگا - اگر ایسا شخص فوت ہو جائیگا تو کوئی فریق اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھیگا اس لیئے کہ وہ جماعت اسلام کو توڑنے اور مسلمانوں کو خراب اور ذلیل کرنے کے درپے رہا - کیا خوب ہو اگر تمام سب بھائی مسلمان شیعہ اور سنی مگر ان نصائح پر عمل پیرا ہوں - اور بحیثیت مجموعی ترقی اسلام اور تردید مخالفین اسلام میں اپنی قوت صرف کریں -

(۳) جو اخبارات حضرات شیعہ اور اہل سنت نے ایکدوسرے کے رد و قدح میں جاری کئے ہیں - مثلاً النجم الشمس اہلحدیث - اصلاح اثنا عشریہ وغیرہ بالو یہ قطعاً بند کر دیئے جائیں! یا ان اخبارات میں مخالفین اسلام جیسے آریہ یہود ہنود عیسائیوں وغیرہ پر رد ہوا کرے اور اسلام پر جو مطاعن مخالفین کیطرف سے کئے جاتے ہیں ان کے کافی جوابات دیئے جایا کریں - الراقم احقر وقار نواز جنگ عفا اللہ عنہ از ریاست حیدر آباد دکن -

معزز ناظرین! ذرا غور کریں کہ وہ شخص جو ابھی تھوڑے روز بیشتر غالی اہلحدیث کہلاتا تھا - آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت نے اس کو اس درجہ گرا دیا ہے - کہ وہ تعزیہ اور تبرا کے جواز کا فتویٰ دینے پر آمادہ ہے اس سے بڑھکر

اسکی اخلاقی اور روحانی ذلت کیا ہوگی؟

وہ شیعہ اور سنی کو ملانا نہیں چاہتا بلکہ مسلمانوں میں جو مذہبی حرارت کو دور کرنا چاہتا ہے اور حق سے دور لیجاکر جس لونعنت کو اسی مضمون میں برا کہتا ہے اسی ہی پھیلانا چاہتا ہے - اگر وقار نواز جنگ کی یہی حالت چند روز اور رہی تو پھر وہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں کے اختلاف کو اسطرح مٹا کر مسلمانوں اور عیسائیوں میں صلح کرا دیں گے اور تثلیث کے جواز کا کسی رنگ میں فتوے دیدیں گے - شرم! شرم!

وقار نواز جنگ صاحب سے کوئی پوچھے کہ حضرت وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہاں گیا؟ جو اس امت کے عوام اور بھر خواص علما کا کام تھا - اگر شیعہ میں کوئی غلطی اصولی اعتقادی - یا فرعی نہیں - تو پھر صاف طور پر اسے تسلیم کرو - کیا یہ کوئی گھریلو معاملہ ہے - کہ کچھ شیعہ تنزل کریں اور کچھ سنی! ✦

اس طرح آپ اسلام کے سارے اصولوں کو یکے بعد دیگرے چھوڑ بیٹھیں گے - جناب امیر کی فضیلت تمام صحابہ پر تسلیم کراکر پھر غصب خلافت کا مسئلہ آپ کیوں تجاویز نہ کریں گے؟

احمدی فرقہ کے متعلق جو کہا ہے کہ ان کی تعداد تھوڑی ہے یہ تو جھک مارنا ہے - احمدی فرقہ کے امام و پیشوا کی توہین کا یہ خمیازہ تو تمہیں بھگتنا پڑا ہے کہ سرکار عالیہ دکن کیطرف سے ھدیۃ المہدی کے متعلق آپ پر خصوصیت سے توجہ ہوئی - اور رہی سہی کسر اس مضمون نے نکالدی - میں یقین کرتا ہوں - کہ علما اہلحدیث بھی اس بیہودگی اور بھونڈی تجویز پر

لعنتیں کریں گے اور تھوک دیں گے

اور بجز منافقین کے کوئی اس تجویز کو پسند نہیں کر سکتا - وقار نواز جنگ حضر اسے درگذر اور توبہ کرو - اس قسم کی تجاویز تمہاری علمی اور اعتقادی پردہ دری کا موجب ہو رہی ہیں - دیکھنا چاہیئے - کہ اہلحدیث اس پر کیا کہتا ہے؟ کیا وہ وقاری تجویز پر عمل پیرا ہو کر اہلحدیث کو بند کریگا اور آئندہ تعزیہ کے متعلق فتوے شائع کرنے سے محترز رہیگا اور دوسری صورتوں کو بھی تسلیم کر لیگا یا اسکی مخالفت کریگا اور حق گوئی سے کام لیگا - اب تو بڑے بڑے پنشنر ایڈیٹر کیطرح اہلحدیث کو بھی کریڈٹ لینی چاہیئے کہ اس کے گھر میں یہ کیا

گل کھلنے لگا ہے!!!

✦

مُسلمان ملازموں کو نماز ظہر یا جمعہ کی اجازت

معزز ہمعصر وقت نے مسلمان ملازمین کی اس روحانی مشکل کیطرف توجہ کی ہے جو انہیں نماز ظہر کے مذہبی فرض ادا کرنے میں حارج ہے - علے العموم مسلمان ملازموں کو ظہر اور جمعہ کی نماز کے ادا کرنے کے لیئے اپنے بالا دست افسروں کی سختی یا مخالفت کی وجہ سے قاصر رہنا پڑتا ہے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعطیل جمعہ کے لئے ایک خاص تحریک کرنی چاہی تھی - مگر بٹالوی ایڈوکیٹ نے دراندازی کی اور ظاہر کیا کہ میں اس انتظام کو کرونگا بشرطیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سے الگ ہو جائیں وہ پاک دل انسان ہر قسم کی نمائش اور ریا سے الگ تھا اس نے یہ پسند کیا کہ کام ہو (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ نمونہ آجکل کے فیشن و نمائش کے دلدادہ لیڈروں کے لیئے قابل غور ہے) وہ الگ ہو گئے اور بٹالوی لاف زن کچھ نہ کر سکا - مشیت ایزدی نے کسی دوسرے رنگ میں اس تحریک کا فائدہ سررشتہ تعلیم کو پہنچا دیا - مگر ضرورت ہے کہ تمام محکمہ جات میں اسکی عملدرآمد ہو - اس لیئے مسلمانوں کی یہ درخواست بالکل بجا اور معقول ہے کہ انہیں اپنے مذہبی فرض کی ادائیگی کے لیئے نماز ظہر کے لیئے ہر روز آدھ گھنٹہ کی رخصت دی جایا کرے - اور جمعہ کے دن تو خصوصیت سے نصف یوم کی کم از کم تعطیل ہونی چاہیئے - ایسے ضروری سوال پر کل مسلمان اخبارات کو اپنی آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے

خوش خبری - ڈاکٹر بشارت احمد

عزت و احترام کے ساتھ بری ہوئے - اور

کیمل پور متعین ہو - مفصل پھر

مُراسلات

آنریبل سر سیّد احمد خانصاحب بہادر کی قومی ہمدردی

جس قدر جان فشانی تن دہی ہمت اور استقلال سے سر سید احمد خانصاحب نے قوم کو ابھارا ہے اور دنیاوی لحاظ سے مسلمانوں کی تربیت کے قیام کیلئے جو کوشش اور محنت سر سید صاحب سے ظہور میں آئی ہے اسکا اعتراف کرنا صرف اہل اسلام کے ساتھ ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ دیگر اقوام کے لوگ بھی جو بقول سر سید صاحب ہمارے دنیوی بھائی اور ملکی ہمسائے ہیں سر سید صاحب کے ان کارناموں کو دیکھکر جو انہوں نے مسلمانوں کی بہتری کیلئے کئے ہیں۔ تحسین بغیر نہیں رہ سکتے۔ مسلمانوں کو انگریزی تعلیم کا شوق دلا دینا اور مسلمانوں کو یک جہتی اور اتفاق سے کام کرنا سکھا دینے کیلئے جسقدر بلند ہمتی سے سر سید صاحب نے کام دیا ہے اسکی اہل اسلام میں نظیر ملنا تو کجا۔ اگر ہم اپنی ہمسایہ قوم ہنود میں بھی ایسے لوگوں کی تلاش کرنا چاہیں گے تو سر سید صاحب جیسا دل اور دماغ رکھتے ہوں۔ تو میرے خیال میں شاذ و نادر کالمعدوم کہے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قوم ہنود میں ایسے ایسے مدبر اور دانا لیکچرار موجود ہیں جن کے وعظ قوم میں ایک نئی روح پھونک دیتے ہیں۔ اور ایسے ایسے بڑے پرجوش ایک نہیں دو نہیں بیسیوں کیا سینکڑوں موجود ہیں۔ جنہوں نے قومی خدمت کیلئے تن من دھن سب کچھ ہی قربان کر رکھا ہے لیکن پھر بھی سر سید صاحب کے لئے ایک خاص ایسی خصوصیت موجود ہے جو قوم ہنود کے ریفارمروں میں نظر نہیں آتی۔ اور وہ یہ کہ قوم ہنود تو مذہبی نقطہ خیال سے ایسی مردہ قوم ہے جو اسبات کا پتہ لگانا کہ کبھی دینی پہلو کے لحاظ سے وہ بھی ایک زندہ قوم تھی۔ محققانہ نظر سے بہت بعید ہے۔ فی زمانہ ہندو قوم کی کوئی ایک ایسی جامع مانع تعریف نہیں ہو سکتی جس کے رو سے ہندو قوم کا کوئی گروہ باہر نہ رہ جاتا ہو۔ اگر تناسخ کے قائل ہندو ہیں تو تناسخ کے منکر بھی ہندو ہیں۔ اگر ویدوں کے قائل ہندو ہیں تو ویدوں کے منکر بھی ہندو ہیں۔ خدا کی ہستی کے قائل ہندو ہیں تو خدا کے منکر بھی ہندو ہیں اگر ماں بہن سے شادی نہ کرنیوالے ہندو ہیں تو ماں بہن کی مباح کرنے والے بھی ہندو ہیں۔ اگر پردہ دار شرم و حیا والے لوگ ہندو ہیں۔ تو پھر ننگا بابوں کی پوجا اور پرستش کرنے والے ہندو بھی موجود ہیں۔ الغرض کیا آریہ سماج اور کیا برہمو سماج کیا سناتنی اور کیا جینی کیا ویدانتی اور کیا وام مارگی سب کے سب ہندو قوم میں داخل ہیں۔ ایسی حالت میں اگر چند قومی لیکچرار ہندو قوم میں ترقی کی روح پھونک دیں اور دنیا پر مرنے والوں کیلئے اچھے اچھے سبز باغ دکھا کر ان میں اتفاق اور یک جہتی کی روح پیدا کر دیں تو یہ کچھ مشکل کام نہیں کیونکہ زن اور زمین ایسی چیزیں ہیں کہ انسان بالطبع ان کے حصول کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ پس اب اگر ایسے لوگوں کیلئے دنیا سوائے دنیا کمانے کے اور کچھ کام ہی نہ ہو ایک شخص ایسی راہ پیش کر دے جس سے قومی مالی اور ملکی ترقی کی پوری امید ہو تو ہندو قوم ایسے شخص کی اگر پیروی نہ کرے تو کیا کرے اس لئے لائق آدمی کیلئے ہندو قوم کا لیڈر بن جانا نہ صرف مشکلات سے ہی خالی ہے۔ بلکہ بہت سی سہولتیں اور آسائشوں کا حاصل کر لینا ہے وجہ یہ کہ ہندو قوم قدرتاً ایسے لوگوں کو لبیک کہنے کیلئے تیار بیٹھی ہے جو ان کے زر و زمین کے حصول میں ان کو کسیطرح کی مدد دے سکیں۔ لیکن سر سید صاحب کو جن جن مشکلات کا سامنا تھا وہ کچھ سر سید صاحب کا دل ہی جانتا تھا کیونکہ مسلمانوں کی قوم ایسی حالت میں موجود نہ تھی جو وہ کسی ایسے لیڈر کو لبیک کہنے کیلئے تیار ہو لی۔ جو ان کو زن اور زمین کا سبز باغ دکھا کر اپنے پیچھے لگا لیتا۔ اگرچہ مسلمانوں کی مالی حالت ابتر تھی اور نہ صرف عیسائی لوگ بلکہ ہندو قوم بھی ہر پہلو سے ان پر غالب تھی اور بعض امور میں مسلمان ہندوؤں کے دست نگر بن رہے تھے لیکن پھر بھی دینی پہلو کے لحاظ سے ایک محفوظ اور کامل کتاب ان کے پاس موجود تھی۔ اور اہل اللہ کے حالات اور حضرت خاتم النبیین صلعم کے پاک سوانح ان کی آنکھوں کے سامنے تھے اور صرف یہی وہ بات تھی جس نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ وہ سر سید صاحب جیسے قومی ہمدرد اور ملکی خیر خواہ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن چونکہ اس وقت کے علماء اسلام صرف مخالفت کرنا ہی جانتے تھے۔ اور اپنے کفر بھرے تھیلے کو اپنے ہی گھر پر الٹانے کی خوب مشق رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے بجائے اس کے کہ وہ اپنے نفس کا مطالعہ کرتے اور اپنے آپکو دین الٰہی سے مخصوص کرا پاکر ایک دنیا کے دلدادہ کا ہاتھ بٹاتے اور صرف دنیا طلبی اور زر طلبی کا وظیفہ ہی رٹتے الٹے سر سید پر کفر کی بوچھاڑ کرنے لگے اور اندر بھرے مواد کو باہر پھینکنے لگے۔ اور اپنے کفر بھرے دل کے ابالوں سے اپنے ہی بدن کو جلانے لگے۔ حیرانگی کی بات ہے کہ باوجودیکہ وہ خوب جانتے تھے کہ ان کے دل دین سے محض غافل ہیں۔ اور خدا کی تائید اور نصرت ان کے مطلقاً شامل حال نہیں۔ لیکن پھر بھی انہوں نے ایک ایسے انسان پر کفر کا فتوےٰ لگا دیا۔ جو ان کی منشاء کے عین موافق زر زن اور زمین کی ترقی کے وعدے دیتا تھا اس کے بعد علمائے اسلام کیطرف سے تو دن بدن کوتاہی ہوتی گئی اور ادھر سے مخالفین اسلام کے اعتراضات دن بدن اور روز بروز ترقی کرتے گئے۔ ناچار سر سید صاحب نے کوئی محافظ نہ پا کر اپنی خواہشات کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر بھی شروع کر دی۔ مخالفین اسلام کے جن جن اعتراضات کا جواب نہ ہو سکا۔ انکا انکار کر دیا۔ اور معجزات اور خوارق عادت کرامات اور شیاطین ملائکہ وغیرہ کا اپنے خیال میں یکدم قلع قمع کر دیا۔ اور جن جن مسایل پر ہاتھ اٹھانے نظر آئے ان سے بچے رہنا ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ اس وقت بھی سر سید صاحب کی طرز پر کام کرنیوالے لوگ اہل اسلام میں کثرت سے موجود ہیں۔ جنکے عقاید کا ذکر انشاء اللہ تعالےٰ کسی آئندہ اخبار میں کیا جاویگا۔ فی الحال میں یہ عرض کیا چاہتا ہوں کہ سر سید صاحب سے جو کچھ بھی یہ کارروائی ظہور میں آئی وہ دینداری کے پہلو سے غلط ہو یا صحیح لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے تحت میں قومی ہمدردی کا دریا ضرور جوش زن تھا۔ اور اسی لئے سر سید صاحب اسلامی عقاید کے متعلق اکثر اوقات بیان کرتے رہتے کہ عقاید کی جو کچھ بھی بھلائی برائی ہو اسکا معاملہ خدا کے ساتھ ہے نہ بھائی اس میں شریک ہے نہ بیٹا نہ دوست نہ آشنا نہ قوم۔ پس ہم کو اس بات سے جسکا اثر ہر ایک کی ذات تک محدود ہے۔ اور ہم سے کچھ تعلق نہیں کچھ تعلق نہ رکھنا چاہیئے۔ اور یہ بڑی نادانی اور افسوس کے قابل بات ہوگی کہ ہم کسی ایسے امر میں عداوت رکھیں جسکا اثر خود اسی تک محدود ہے اور ہم کو اس سے کچھ ضرر و نقصان نہیں۔ ہاں جو حصہ انسان میں ابنائے جنس کا ہے اس سے ہم کو غرض رکھنی چاہئے اور وہ حصہ آپس کی محبت باہمی دوستی ایک دوسرے کی اعانت ایکدوسرے کی ہمدردی ہے جس کے مجموعے کا نام **قومی ہمدردی ہے**۔ اور یہی وہ قومی ہمدردی تھی جس کے لئے سر سید صاحب دل و جان سے فدا تھے اور جسکے لئے ان کا یہ عام مقولہ تھا کہ اسی فکر میں ان کے بال سفید ہو گئے اور اسی قومی ہمدردی کی خاطر وہ وطن چھوڑ کر علیگڑھ میں سکونت پذیر جا ہوئے۔ اور میرا خیال ہے کہ جس شخص نے سر سید صاحب کی تصنیفات کو غور سے مطالعہ کیا ہوگا۔ اور اس کے ساتھ سید صاحب سے حسن ظنی بھی رکھتا ہوگا۔ وہ ضرور مان جائیگا کہ سر سید صاحب کا اصل الاصول جس کو مد نظر رکھکر وہ کام کرتے رہے وہی ہے جس کو میں اوپر درج کر چکا ہوں۔ اسبات کی سچائی میں کچھ بھی شک نہیں کہ ہر ایک قوم میں قومی ہمدرد اور قومی غمخوار موجود ہیں۔ اور در حقیقت کسی قوم کا قیام قومی غمخواروں کے بغیر قائم رہ بھی نہیں سکتا لیکن خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلمانوں کی قوم کے قیام اور دیگر اقوام کے قیام میں ایک بھاری فرق ہے۔ اور اسی لئے ان اسباب اور ذرایع میں بھی ضرور فرق ہو جانا چاہیئے۔ جو اسلامی قوم اور دیگر اقوام کے قیام کیلئے ضروری ہیں۔ ہندو یا عیسائی قوم کی جو اصل بنا تھی عرصہ ہوا کہ دنیا سے

بالکل مفقود ہو گئی اس لئے ان اقوام کے قیام کیلئے صرف اپنی قوانین کو محکم اور پختہ کرنا ہی رہ گیا۔ جن پر وہ لوگ عام طور پر قائم ہیں اور جن پر کاربند ہونے سے آجکل ان کو خوشحالی اور ترقی نصیب ہو رہی ہے۔ لیکن اسلامی قوم کی جو اصلی بنا تھی وہ اب تک محفوظ موجود ہے۔ اس لئے مسلمانوں کی قوم کے قیام کیلئے انہیں امور کو نگاہ رکھنا پڑے گا۔ جو اسلامی قوم کی اصل بنا ہیں۔ جو اصول قرآن شریف نے بیان کئے ہیں ان کے خلاف کاربند ہو کر بحیثیت مسلمان ہونیکے ترقی کرنا بالکل غلط اور از سرتا پا محال ہے۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے ہم اس صورت میں ترقی کر سکیں گے۔ جب انہیں اصولوں پر کاربند ہوں گے۔ جو ہماری قوم کی اصل بنا ہیں۔ اور اس وقت تک ہماری مسلمانی محض رسمی اور اسمی مسلمانی ہوگی۔ جب تک کہ ہم انہیں اصولوں پر کاربند نہیں ہوں گے۔ جن پر کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کاربند تھے۔ آنریبل سر سید صاحب نے اعتقادی امور کو تو محض اپنی ذات تک محدود قرار دیا ہے۔ اور آپس کے لین دین اور برتاؤ وغیرہ کو فرض اولے قرار دیا ہے اور ایسی باتوں کو جو امور تمدن اور معاشرت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ہر پہلو سے اعتقادی امور پر ترجیح دی ہے۔ تو میرے خیال میں اس کی تائید قرآن شریف سے نہیں ہو سکتی۔ امور تمدن اور معاشرت کیلئے مجبوراً یہی ہیں وہ انسان کو ہر حالت میں کرنی پڑتی ہیں۔ خواہ ایک انسان دہریہ اور بڑے درجہ کا بد معاش ہی کیوں نہ ہو اس کو اپنا پیٹ پالنے کیلئے ضروری کچھ نہ کچھ کارروائی کرنی پڑے گی۔ کاشت کرے تو تجارت کرے تو حرفت صنعت کرے تو۔ کسی کی نوکری کرے تو۔ ہر ایک طرح سے طوعاً یا کرہاً اس کو اپنی معاش کی فکر کرنی ہوگی۔ خواہ ایک انسان کس قدر ہی دلائل کیوں نہ دے کہ دیکھو ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھے رہو کچھ ضرورت نہیں جو تم اپنا پیٹ پالنے کی فکر کرو خود بخود ہی کھانے پینے کی چیزیں تمہارے اندر چلی جائیں گی وغیرہ وغیرہ لیکن وہ نہیں مانے گا۔ کیونکہ ان امور کا بجالانا جب ہر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے ایک قدرتی تقاضا ہے ایسے ہی توالد و تناسل کیلئے اور دیگر خواہشات کو پورا کرنے کیلئے مرد کو عورت کی اور عورت کو مرد کی بالطبع ضرورت ہے۔ تو اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ان تمام وسایل پر عمل کیا جاویگا جن کے ذریعہ سے یہ ضرورت پوری ہو سکے۔ شریعت کا یہ احسان ہے کہ اس نے ان ضرورات کے جائز حصول کیلئے حدود اور قیود لگا کر مناسب احکام نافذ کر دیئے ہیں۔ اور ایسے اصول باندھ دیئے ہیں جن پر چلنے سے دنیا میں امن اور چین رہ سکتا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جاوے تو حیوانات کیطرح انسان کی پیدایش کی اصلی غرض یہاں تک ہی ختم نہیں ہو جاتی۔ جو عمدہ کھایا جاوے اور قوائے شہوانی سے کام لیکر لذائذ نفسانی کا حظ اٹھایا جاوے۔ بلکہ انسانی پیدایش کی غرض اس سے بہت اوپر ہے۔ اور اسی لئے تمام قرآن شریف میں اول تا آخر ایمانیات کو ہر جگہ سے اعمال پر مقدم رکھا گیا ہے۔ اور بعض ایمانی امور اس قسم کے بیان کئے گئے ہیں۔ کہ ان پر اعتقاد نہ رکھنے سے اعمال ہی حبط ہو جاتے ہیں۔ یہاں موقعہ نہیں ورنہ میں اس کو تفصیل سے بیان کر دیتا۔ اصل میں انسان جسقدر اعمال بجالاتا ہے۔ اس میں مختلف اغراض اس کے مد نظر ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک خاص گاؤں کا رہنے والا ڈاکٹر اپنے گاؤں کے لوگوں کے علاج خاص ہمدردی سے کیا کرتا تھا۔ اور اپنے گاؤں کے لوگوں سے فیس بھی کم لیا کرتا تھا۔ اور ان لوگوں سے بڑی شفقت اور محبت سے برتاؤ کرتا تھا۔ اور اس عمل سے وہ اپنی غرض صرف اسی قدر سمجھا کرتا تھا کہ اس کے والدین کی انکے گاؤں میں بہت تعظیم و تکریم ہو نہ اس لئے کہ اسے خدا کی خوشنودی کی کوئی غرض مد نظر ہوتی تھی۔ اسی طرح قرآن شریف میں لکھا ہے۔ فویل للمصلین یعنے نمازیوں کے لئے جہنم تیار ہے۔ اب ہر ایک انسان سوچ سکتا ہے کہ یہ کیسے نمازی ہیں جو بجائے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے اپنے نماز پڑھنے سے جہنم کا مزہ چکھیں گے۔ حالانکہ نماز کوئی ایسا فعل بھی نہیں جو اس کا اثر عام طور پر دوسروں پر پہنچ سکے زیادہ تر اس کا اثر اپنی ذات تک ہی محدود ہوتا ہے۔ الغرض اللہ تعالےٰ نے اعمال کے ساتھ ایمان کی لازمی قید لگا دی ہے۔ اور صرف ایمان ہی ہے جس سے نیک نتائج مترتب ہوا کرتے ہیں۔ یہ یہود اور نصاریٰ ایسے تھے اور ہیں۔ جو اعلےٰ درجہ کے خلیق ملنسار اور اعمال حسنہ بجالاتے تھے۔ لیکن حضرت خاتم النبیین صلعم پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بن گئے اس لئے جہانتک ہمیں قرآن شریف کا علم ہے اس کے رو سے آنریبل سر سید احمد خانصاحب کو عبادات پر زیادہ زور دینا چاہیئے تھا۔ اس کو تو انہوں نے محض اپنی ذات تک ہی محدود قرار دیا ہے اور جو عام دنیا داری کی باتیں تھیں انپر زیادہ زور دیدیا ہے اور بجائے اس کے کہ ایمان کو اعمال پر مقدم کرتے یا دوسرے لفظوں میں دین کو دنیا پر ترجیح دیتے الٹا انہوں نے دنیا کو دین پر مقدم قرار دیدیا۔ مال قومی ہمدردی فی نفسہ ایک نہایت ہی اعلےٰ کام ہے۔ اور یہ اسلام ہی کا خاصہ ہے وہ انما المؤمنون اخوة (۲۶/۱۳) کہہ کر آپس میں بھائیوں کیطرح ایکدوسرے کے گلے لگ جانے کی ہدایت دیتا ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ محض بے دینی کی ہمدردی کچھ بھی عمدہ نتیجہ پیدا نہیں کر سکے گی۔ اور بجائے فائدہ کے دین کو نقصان پہنچا دے گی۔

ہمدردی صرف اسی کا نام نہیں جو ہم کھانے پینے اور پہننے والی اشیاء کے حصول کی تدابیر سوچتے رہیں۔ اور دن رات یہی منصوبے کرتے رہیں۔ کہ فلاں گروہ کو کیسے تباہ کریں اور فلاں جتھہ پر کسطرح فوقیت حاصل کریں۔ اور وہ کون سے امور ہیں جن پر چلنے سے ہم زر زن زمین کے مالک بن سکیں۔ بلکہ صحیح معنوں میں مسلمانوں کی ہمدردی یہ ہے کہ دنیا مت بے ایمان ہوتے ہوئے مسلمانوں کی عاقبت کا فکر کریں۔ اور ان کو از سر نو پھر مسلمانی کیطرف لوٹا دیں اور جو دولت کہ صحابہ کرام کے پاس تو موجود تھی۔ لیکن اب کہیں نظر نہیں آتی۔ اس کو کسی طرح مسلمانوں کے پاس واپس لادیں اور

مسلماں را مسلماں باز کردند

کا ڈنکا بجا دیں۔ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کی حالت دینی اور دنیوی لحاظ سے نہایت ہی ابتر ہے اور مفلسی اور جرایم کا سیلاب آئے دن زور پکڑ رہا ہے۔ ایسی نازک حالت میں ان کو محض دنیا کا کیڑا بنا دینا اور صرف دنیاوی عیش و آرام کے حصول کے طریقے بتانا اگر مسلمانوں کے حق میں کانٹے بونا نہیں تو اور کیا ہے۔ غور کر کے دیکھنا چاہیئے کہ اگر بالفرض ہم سود لینا شروع کر دیں۔ آکسفورڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں سے تمغہ جات حاصل کر لیں۔ اور بالآخر حصول دنیا کی دھن میں ایسے محو ہو جاویں کہ ہم بڑے بڑے تاجر امیر اور کروڑ پتی بن جاویں تو اس کا آخر نتیجہ اگر کچھ ہوگا۔ تو وہ یہی ہے کہ باغات ہوں شراب ہو۔ اشعار ہوں اور دلدار ہوں۔ الغرض وہ سب باتیں ہمیں حاصل ہوں جو ان قوموں کو نہایت آسانی سے آج حاصل ہیں۔ جن کو دنیا میں خوب ترقی حاصل ہے۔ لیکن مسلمان یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ اگر وہ اسطرح سے دنیاوی ترقی کے تمام جائز و ناجائز وسایل کو بھی اپنے قبضہ میں کر لیں گے پھر بھی وہ کسی ایسے معراج پر نہیں پہنچ سکیں گے۔ جس کی نظیر دیگر اقوام میں مل سکے آنریبل سر سید احمد خانصاحب نے کونسی کوشش ہے جو اٹھا رکھی تھی۔ لیکن افسوس کہ آج ہمیں ایک صد مسلمان بھی ایسے نظر نہیں آتے جو گورنمنٹ کیطرف سے ان کو وہ عہدے مل گئے ہوں جن کی نظیر دیگر اقوام میں نہ ملتی ہو یا کم از کم یہ کہ گورنمنٹ کی وفادار رعایا کی فہرست میں جو لمبی ہے جن لوگوں کے نام ہوں وہ صرف ان ایک صد مسلمانوں کے نام ہوں جو سر سید کے پیرو ہوں۔ اور باقی اقوام کے لوگوں کا نام ان کے بعد ہو۔ غور کرو کہ دین کو خیر باد تو کہہ ہی دیا تھا۔ مگر دنیا میں بھی کیا حاصل کیا کہ اپنے آپ کو سب سے بڑھ کر وفادار رعایا ثابت کرنا ہی نصیب ہوا۔ الغرض یہ نہایت ہی سچی بات ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اگر کبھی ہوگی تو انہیں اصولوں پر چلکر ہوگی۔ جن اصولوں پر صحابہ رضی اللہ عنہم کاربند تھے۔ سر سید احمد صاحب کی نگاہ اسباب پر ہرگز نہ تھی کہ مسلمانوں کی قوم بنی کسطرح تھی بلکہ دیگر اقوام کے تنزل ترقی ادبار اور اقبال کے اسباب کا علم رکھتے ہوئے وہ مسلمانوں کی قوم کو دیگر اقوام کے مقابلہ میں ترقی دینا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے شروع مضمون میں ظاہر کر دیا ہے کہ دیگر اقوام کا مقابلہ بحیثیت مسلمان ہونیکے ہم کبھی بھی نہیں کر سکتے مسلمانوں کو ترقی اگر ہوگی تو انہیں اصولوں پر چلکر ہوگی۔ جو ایمانداروں کیلئے مقرر ہیں۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دیگر اقوام کی دولت دیکھکر سب کے سب مسلمان سود لینا شروع اور جائز کر دیں۔ عورتوں کو عمدہ عمدہ لباس پہنوا کر اور خوشبودار عطریات لگوا کر بر سر مجلس لارنس ہال میں ناچنے لگ جاویں۔ انگریزی لباس پہنکر اور نماز سے دست بردار ہو جاویں اعلےٰ اعلےٰ عہدوں کو حاصل کر کے شراب و کباب گانے بجانے اور ناچ رنگ میں مشغول ہو جاویں۔ ٹوپی پر ہلال کی شکل گھڑی کے چین پر

کلمہ پیارے میں مے نہ بغل میں یار اور ساقی پاس ہو اور ان سب امور کو دیکھتے ہوئے ہم مجبور ہیں کہ مسلمان بہت ترقی کر گئے ہیں۔ اور سچے مسلمانوں کی یہی علامات ہیں۔ خدا کے لئے سوچو کہ سر سید احمد صاحب کی بنائی ہوئی پارٹی میں کس قدر ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو شعائر اسلامی کے پابند ہیں۔ اگر ایک طرف ہم قرآن شریف کو [illegible] بلکہ صحابہ کے حالات [illegible] دیں اور دوسری طرف یہ بیوائنٹ سکے لوگ ان باتوں کو اپنے رجوع سے ثابت کر دیں تو پھر زہے قسمت۔ لیکن اگر ان کی مسلمانی کوئی برٹ کا کر [illegible] یہ ہی ختم ہو گئی۔ تو پھر آپ خود سوچ لیں کہ بحیثیت مسلمان ہونے کے انہوں نے کیا ترقی کی۔ سر دست اس سے زیادہ میں لکھنا مناسب نہیں سمجھتا ہاں اس ایک بات کا ذکر کرتا ہوں جس بنا پر حضرت محمد رسول صلعم نے ہماری قوم کا شیرازہ ایسا مضبوط باندھ دیا تھا جو وہ تمام قوم کی قوم فرد واحد کیطرح کام کرتی تھی سبب یہ تھی کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے اپنے زندہ نمونہ سے سمجھا دیا تھا کہ ایک پاک انسان کا خالق کے ساتھ ایسا تعلق ہو سکتا ہے جو وہ خدا کے ساتھ مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف حاصل کر لیتا ہے۔ یہی وہ بات تھی جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بقدر اپنی اپنی وسعت اور مقدرت کے فیض حاصل کرکے اس ہدایت نامہ پر جو خدا کیطرف سے نازل ہوا۔ ایسا مضبوط پنجہ مارا کہ جدھر منہ کیا فتح پائی اور خدا کی ہستی پر ان کے ایسے پختہ ایمان ہو گئے۔ کہ بڑی بڑی مصیبتوں میں بھی نہ ڈگمگائے۔ اور عین نزع کی حالت میں ان کو یقین ہوتا تھا کہ ضرور ایک خدا ہے۔ جو ہمیں اس مصیبت سے بچائیگا۔ جو کچھ سرسید صاحب نے قومی ہمدردی کی جس حد تک وہ قدر کے لائق ہے۔ اس کی قدر کرنا مسلمانوں کا فرض ہے اور جسقدر ملکی لحاظ سے اپنے قوم کو نفع پہونچا اس کے عوض ان کا شکریہ ادا کرنا قوم کا کام ہے۔ لیکن اس وقت ضرورت ہے ایسی قوم کی جو صحابہ کے نمونہ پر تیار ہو اور علاوہ ازیں ہر ایک مسلمان کا فرض ہے وہ ہر ایک ایسے شخص کو جسے خدا اور اس کے رسول پر ایمان ہو اپنے ساتھ ملاتے اور حضرت امام اعظم کے مشہور مذہب کے مطابق یعنے لا نکفر اهل القبلة کسی اہل قبلہ پر تکفیر کا فتوے مت لگا دے۔ قبل اس کے کہ کسی گندے عضو کو کاٹنے پر آمادہ ہو جاوے کوشش کرے کہ کسی طرح اس عضو سے غلاظت اور بیماری دور ہو جاوے تا کہ بدن سے الگ کرنے کی نوبت نہ آوے۔ شاید کوئی اعتراض کر دے کہ جب آپ لوگوں میں قومی ہمدردی کا یہ جوش ہے تو پھر اہل قبلہ اور کلمہ گو مسلمانوں پر تکفیر کا فتوے احمدیوں نے کیوں لگایا ہے۔ سو واضح رہے کہ ایسے معترض نے پورے غور سے کام نہیں لیا۔ فتوے لگانیوالے نے یہ تو نہیں لکھا کہ اہل قبلہ اور کلمہ گو کافر ہیں۔ بلکہ اس فتوے کا یہ مطلب ہے کہ از روئے قرآن شریف مدعی رسالت کے منکر کافر ہوتے ہیں اور اسی پر اس نے خود مدعی رسالت کا فتوے پیش کیا ہے نہ کہ اپنی طرف سے کوئی الگ فتویٰ

کون نہیں جانتا کہ احمدی لوگوں کا خود یہی عقیدہ ہے کہ

امنا باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالٰی والبعث بعد الموت

اور سب کے سب احمدی قبلہ کیطرف منہ کرکے نماز پڑھتے اور ارکان اسلام کو بجا لاتے ہیں۔ سو اگر احمدیوں نے کلمہ گو اور اہل قبلہ پر ان کے کلمہ گو ہونے اور اہل قبلہ ہونے کیوجہ سے کفر کا فتوے لگایا ہے۔ تو اس میں شک نہیں کہ جو شخص خود کلمہ گو ہو کر کلمہ گو کو کافر کہتا ہے گویا وہ خود کافر بنتا ہے اور جو شخص خود اہل قبلہ ہو کر اہل قبلہ کو بے ایمان سمجھتا ہے تو اس کے یہی معنے ہیں کہ وہ خود بے ایمان ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی احمدی کا بھی یہ اصول نہیں کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ (نعوذ باللہ) کافر ہیں یہ محض مخالفین سلسلہ احمدیہ کی گھڑی ہوئی چالیں ہیں۔ جو وہ احمدیوں پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا احمدی لوگ (نعوذ باللہ) اہل قبلہ اور کلمہ گو کو بوجہ ان کے کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونیکے کافر سمجھتے ہیں۔ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ شرائط اسلام میں سے ایک شرط بھی مسلمانی کی ٹھیک طور پر جس شخص میں پائی جائیگی تو وہ اسی حد تک مسلمان سمجھا جائیگا۔ شرط اسلام پائے جانے کے سبب سے (نعوذ باللہ) کافر نہیں بنجائیگا۔ یہ کسی نے بہتان باندھا ہے کہ احمدی لوگ اہل قبلہ اور کلمہ گو کو کافر سمجھتے ہیں۔ اصل بات صرف اسقدر ہے کہ ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے انکار کرنیوالوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور انکا کافر ہونا حضرت مسیح موعود کے انکار کی وجہ سے ہے نہ کلمہ پڑھنے اور قبلہ کیطرف منہ کرکے نماز پڑھنے سے۔ قریباً قریباً سب احمدیوں کا یہی مذہب ہے کہ حضرت صاحب خدا کے نبی اور رسول تھے۔ لیکن انکی نبوت اور رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور پیروی کا ایک ثمرہ ہے۔ جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت سچے عالم ربانی کو مل سکتا ہے جو کل دنیا کی طرف دعوت لیکر آئے ہوئے تھے۔ غیر احمدیوں کا اصل جو فتوے ہے اس کیلئے اسیقدر کہنا کافی ہے کہ ان کے پاس جسقدر بھی کفر کے فیصلے موجود تھے وہ سب کے سب انہوں نے احمدیوں پر ہی الٹ رکھے ہیں۔ لیکن ایک اور گروہ بھی ہے جو احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان بطور برزخ کے واقع ہے۔ یہ لوگ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اپنی زبانوں سے اعلےٰ درجہ کا راستباز۔ ولی اللہ اور مجدد الوقت وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ بلکہ بعض خاص الخاص ان میں سے رسول اور نبی کہنے سے بھی نہیں جھجکے۔ لیکن نہ حقیقی معنوں میں بلکہ مجاز اور استعارہ کے رنگ میں اور دوسری طرف غیر احمدیوں کے کفر والے فیصلوں کو بھی آگ لگا کر راکھ کر رہے ہیں۔ اور ایسے لوگ احمدیوں اور غیر احمدیوں کو باہم ملانے کیلئے اپنی پوری کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ سر دست اس پر زیادہ لکھنے کی کچھ

ضرورت نہیں۔ صرف اتنی عرض ہے کہ بحث صرف یہ تھی کہ حضرت مرزا صاحب کا دعوے کیا ہے؟ کیا آپ نبوت کے [illegible] موعود کے منکروں کے حق میں جو فتوٰی ہمارے مخالف [illegible] بعینہ ہم اس کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ تو بتائیں کہ جو موعود مسیح اور مہدی آخر الزمان ہے اس کے منکرین کیا کہلائیں گے؟ جب ہم یقین کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں وہ ہمارے ساتھ متفق ہونگے پھر ایسی حالت میں جبکہ وہ احمدی قوم کی دیانتداری اسلامی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں تو ان باتوں پر کیوں لڑتے ہیں۔ اور کیوں ہم میں آکر مل نہیں جاتے۔ حضرت خلیفۃ الصدیق مسیح موعود جناب حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ انکا اپنا فتوٰے نہیں۔ بلکہ وہ قرآن شریف کا فتوٰے ہے۔ اور اس وحی الہی کا فتوٰے جو مسیح موعود پر نازل ہوئی۔ اور نیز وہ فتوٰے مسیح موعود کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح کی تصدیق اور حلفیہ بیان موجود ہے۔ یہ کہنا کہ حضرت محمود احمد صاحب نے اپنی طرف سے فتوٰے دیا ہے۔ اگر افترا اور بہتان باندھنا نہیں تو اور کیا ہے۔ امید ہے کہ تمام مسلمان ایسے صاف اور سیدھے ہر گز ایسے مجاہد ہیں گے جو کوئی شعبہ نفاق ان میں باقی نہیں رہیگا۔ اور جو کچھ اپنی زبانوں سے کہہ رہے ہیں اس پر عمل بھی کر کے دکھا دیں گے۔ والسلام

یکے از خادمان حضرت خلیفۃ المسیح خاکسار محمد ظہیر الدین عفی عنہ

الہامات مرزا کا جواب

امرتسری منکر ثناء اللہ کے

رسالہ الہامات مرزا کا جواب ایڈیٹر الحکم نے لکھنا شروع کر دیا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی نے منظور فرمایا ہے۔ آپ باوجود ضعف اور شدت گرما کے اس کے مسودہ پر نظر ثانی کر دیں۔ چنانچہ حضرت کی خدمت میں پہلا مسودہ دیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ آپ اصلاح کرتے جائیں گے۔ کاتب کے حوالہ مسودہ کر دیا گیا ہے۔ وہ لوگ جو الہامات مرزا کے جواب کے لئے بیقرار تھے۔ اب اپنے ارادہ سے اطلاع دیں۔ یہ رسالہ دو سو صفحے سے کم نہیں ہوگا ممکن ہے زیادہ ہو جاوے۔

اللہ تعالےٰ کے فضل پر بھروسہ ہے کہ یہ جواب بہتوں کے لئے مفید ہوگا۔ ہاں شریر النفس اور دل کے ناپاک لوگوں کے لئے فزادھم اللہ مرضا کا مصداق ہی ہو سکتا ہے۔ رسالہ کی قیمت کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ رسالہ کاتب کو دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ چھپنا شروع ہو جائیگا۔ ([illegible] العزیز)

احباب اس کی اعانت کیلئے خاص توجہ کریں میں اس رسالہ کو چھاپ کر مفت تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔

(و باللہ التوفیق)

انجمن اسلامیہ امرتسر اور احمدی

ایک طرف تو ہمارے بعض دوست غیر احمدیوں کی ایسے طور پر جذب ہونا چاہتے ہیں کہ خصوصیات مذہب کا ذکر نہ ہو۔ دوسری طرف غیر احمدی لوگوں میں سے وہ طبقہ جو اپنی روشن خیالی اور آزاد مشربی کیلئے مشہور ہے مشترکہ کاموں میں بھی احمدی احباب کو لینے سے متامل ہے آجکل امرتسر کی انجمن اسلامیہ کے خلاف اخبار وکیل میں ایک سلسلہ مضامین کا نکل رہا ہے۔ دوسرے اعتراضات سے (جو انجمن مذکور پر کئے جا رہے ہیں) قطع نظر کر کے صرف اس ایک امر بر ان غیر احمدی احباب کو توجہ دلانا مقصود ہے۔ جو احمدی اور غیر احمدی کے سوال پر مثل ... ہو جایا کرتے ہیں۔ اور میرے جیسے لوگوں کو کوستے ہیں۔ کہ یہ خواہ مخواہ ایک تفرقہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ سوچیں اور پھر سوچ کر انصاف سے جواب دیں کہ کیا اسی حوصلہ پر احمدیوں سے مشترکہ قومی کاموں میں شمولیت کی توقع رکھی جاتی ہے۔ انجمن اسلامیہ امرتسر کے امیدوار ممبروں میں وہاں کی احمدی جماعت کے سرگرم سکرٹری ڈاکٹر عباد اللہ صاحب بھی تھے۔ جنکی مخالفت کیلئے ورجیسا کہ اخبار وکیل کی تازہ اشاعت سے معلوم ہوتا ہے وہ محض احمدی ہونیکی وجہ سے ناکام رہے۔ بلکہ مسلم کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کو اپنی جماعت میں کام کرنے کیلئے وسیع میدان موجود ہے۔ اور انہیں کچھ ضرورت نہیں تھی کہ وہ انجمن اسلامیہ کی ممبری کیلئے درخواست دیتے۔ لیکن احمدی ایسی کوئی عار یا شرمی گناہ نہیں کہ ایک شخص جو قومی کام کرنے کی قابلیت اور فرصت رکھتا ہے وہ

کیوں آگے نہ بڑھے

میری سمجھ میں قومی کاموں میں نقص کی ایک یہ وجہ بھی ہے کہ جو لوگ اس کام کے اہل ہیں۔ وہ خود کسر نفسی یا دوسرے اسباب کیوجہ سے آپ اپنے آپ کو پیش نہیں کرتے کہ مبادا حب جاہ کا الزام ہم پر عاید نہ ہو اور دوسرے لوگ جو فی الواقع حب جاہ کے شیدائی ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس میں شریک کرنا پسند نہیں کرتے وہ انہیں منتخب نہیں کرتے۔ اور اس طرح پر قومی کام نقصان اٹھاتے اور ان میں شرمناک جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ لوگ اپنے حقوق کو شناخت کریں اور ان کاموں میں جنکے وہ اہل ہیں دخل دیں۔

اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ کل انجمنوں میں الا ماشاء اللہ علی العموم ایک ہی قسم کے امراض پیدا ہو گئے ہیں۔ جو لوگ ان میں کام کرتے ہیں وہ اس کو اپنی جدی جائیداد سمجھتے ہیں۔ اور دوسروں کا دخل اس میں قریباً حرام یقین کرتے ہیں۔ مگر پچھلے ناگوار تجربے بتاتے ہیں کہ اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ زمانہ بدل گیا۔ اور ہر قوم اور سوسائٹی میں اپنے حقوق اور اپنے نیک اور ذاتی فرائض کے سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو گئی ہے۔ اور بے حسی اور جمود بیداری۔ اور ہوشیاری کیساتھ حرکت کے رنگ میں تبدیل ہو گیا ہے۔

گورنمنٹ جسکا نظام نہایت اعلیٰ اور قابل قدر نہیں بلکہ قابل شکر گزاری ہے اسکے ہاں مطالبہ حقوق کیے جاتے ہیں۔ انجمنیں اور سوسائٹیاں بن گئی ہیں۔ تو قومی انجمنیں اور مجلسیں اپنی تنگی النانی کے اختیارات کو زیادہ عرصہ تک استعمال نہیں کر سکتی ہیں۔ وہ جسقدر پبلک آواز کو دبانے کی کوشش کریں گی اسی قدر وہ زیادہ قوت اور جوش اور درد سے نکلے گی۔ اور اپنی تاثیر میں بڑھ کر ہو گی۔ اس لئے میں انجمن اسلامیہ اور دوسری انجمنوں کو اس طرف توجہ دلانے کے بعد کہ وہ پبلک آواز کی قدر کریں۔ پھر انجمن اسلامیہ امرتسر کو متوجہ کرتا ہوں کہ وہ لاہور کی انجمن حمایت اسلام سے سبق لے اس کے جھگڑے نے قوم کو بہت بڑا نقصان پہونچایا ہے اس لئے وہ امرتسر میں اس قضیہ کو بڑھنے نہ دے۔ اور اگر اس نے ایک قابل احمدی کو اپنی انجمن میں نیز سے محض احمدیت کی بنا پر انکار کیا تو بڑے ہی شرم کی بات ہو گی۔ احمدیوں کیلئے کہ وہ خواہ مخواہ ان لوگوں کے پیچھے پڑتے ہیں اور ان سے ملنا چاہتے ہیں۔

احمدی ذرا صبر کریں

تو اللہ تعالےٰ قوموں کی قوموں کو انکیطرف لے آئیگا اور وہ وقت خدا کے فضل سے دور نہیں کہ لوگ احمدیوں سے ملکر کام کرنا اپنا فخر سمجھیں گے انجمن اسلامیہ امرتسر نے اچھے وقت پر اپنی دلی رائے کو ظاہر کر دیا اور اپنے عمل سے ہمیں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور کر دیا ہے کہ بعض احمدیوں نے غلط سمجھ لیا تھا کہ یہ روشن خیال لوگ ہمارے ساتھ ملنا چاہتے ہیں وہ ملنا نہیں بلکہ ہمیں احمق بنا کر ہم سے کام لینا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر عباد اللہ کی قابلیت ایک ایسا عمدہ پیمانہ انجمن اسلامیہ کیلئے تھا کہ وہ ان کے لئے کسی پہلے ممبر کو الگ کر کے بھی جگہ نکال لیتے مگر ان کے مذہبی تعصب نے ایک قابل آدمی کو محض اسوجہ سے کہ وہ احمدی ہے۔ اپنی مجلس میں جگہ دینی پسند نہیں کی

کیا احمدی اب بھی نہ سمجھیں گے

اور اپنے لئے اس ذلت کو گوارا کریں گے۔ کہ ہم تو انسے ملنے کیلئے ہاتھ پھیلائیں۔ اور وہ منہ نہ لگائیں ؟؟؟

انجمن مالی مشکلات میں

اے قوم من بگفتہ من تنگدل مباش

ز اوّل جنیں مجو تو بہ بیں تا بہ آخرم

الحکم اپنی مالی مشکلات کیوجہ سے تعویق اشاعت اور بے ترتیبی کے لئے اگر بدنام ہے تو اسے صاف گوئی اور آزادی رائے کیوجہ سے بھی اپنے دوستوں کے بعض حلقوں میں معتوب ہونا پڑا ہے۔ اور اس عتاب کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ وہ بت پرست بننا نہیں چاہتا۔ جس امر کو وہ قوم اور سلسلہ کیلئے مفید یا مضر سمجھتا ہے اسے صاف الفاظ میں کہہ دینے کا عادی ہے۔ اور اس معاملہ میں کوئی لالچ یا خوف اس پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف ایک ہاتھ پر بکنے کا عہد تو کر چکا ہے۔ پھر وہ خدا کیلئے وہ بت پرست بننے سے خدا کی پناہ چاہتا ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ بظاہر اس طریق نے اسکی راہ میں بعض روکیں پیدا کی ہیں۔ مگر میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ یہی اسباب اس کی ترقی کا موجب ہو جائیں گے۔ جبکہ لوگوں میں فرض شناسی کا مذاق پیدا ہو جائیگا۔ آج مجھے قوم کے سامنے ایک نہایت مشکل سوال رکھنے کی ضرورت پیش آئی ہے اور یہ سوال ایسا سوال ہے کہ اس پر اگر قوم غور نہ کرے گی تو جہاں تک باب کا تعلق ہے

قومی ضروریات سخت خطرہ میں

اور اسباب سے قطع نظر میں اسباب پر بھی یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ایسے سامان پیدا کر دیگا جو عجیب ہی اس سلسلہ کی مدد کرنیوالے پیدا ہو جائیں گے۔ یہ سلسلہ خدا کیطرف سے ہے اور خدا ہی اس کی تائید اور نصرت کریگا کسی خاص آدمی یا امداد کے ساتھ یہ وابستہ نہیں۔ تاہم یہ فرض ہے کہ جہانتک اسباب کی ضرورت ہے ہم انہیں مہیا کریں۔ میں نے ہمیشہ یہ التزام رکھا ہے۔ کہ انجمن جو گوشوارے آمد و خرچ کے شایع کرتی ہے ان پر نہ صرف خود غایر نظر کیا کرتا ہوں۔ بلکہ ہمیشہ میں نے قوم کو متوجہ کیا ہے کہ وہ خود بھی اس گوشوارہ کو نہایت احتیاط اور غور سے پڑھا کرے۔ یہ افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ انجمن کا ماہواری گوشوارہ مارچ اور اپریل کے رسالوں کے ساتھ شایع نہیں ہو سکا۔ جسکی وجہ منشی محمد اشرف صاحب ہیڈ کلرک دفتر محاسب کی علالت تھی۔ باوجودیکہ دفاتر میں کلرک کافی ہیں لیکن ایک شخص کی غیر حاضری نے یہ

...سے کرایا ہے کہ یہ بالکل صحیح ہے۔

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

... ۱۹۱۱ء کے رسالہ سے سابقہ فروری ۱۹۱۱ء کا
گوشوارہ بمشکل شایع ہو سکا ہے۔ اور صدر انجمن کی
ماہوار رپورٹ جس سے قوم کو ان کاموں کا پتہ لگتا
ہے جو مہینے کے اندر ہوتے ہیں اس مرتبہ شایع نہیں ہوئی
شخصی اخبارات یا رسالجات جن کو
کہا جا سکتا ہے کہ وہ تجارتی اصول پر چلائے
جاتے ہیں۔ اپنے فرض منصبی میں کوئی غفلت یا
تساہل کریں (وہ بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا) چہ جائیکہ
جو رسالہ قوم محض اشاعت سلسلہ کے خیال سے نقصان
برداشت کر کے چلا رہی ہے۔ اس کی ہر ایک
اشاعت کے ساتھ سلسلہ کی ضروری خدمت کا لحاظ نہ
کیا جاوے

ماہواری رپورٹ

قوم میں ایک
تحریک پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے جب وہ
دیکھتی ہے کہ اس کی ذمہ واری کے نیچے اس قدر
کام ہو رہے ہیں اور ان میں اسطرح ترقی ہو رہی ہے
کثرت کام کیوجہ سے ماہواری رپورٹ غالباً رہ گئی
ہو گی سو ہوگا

گوشوارہ کی اشاعت میں نہایت احتیاط

اور خیال بہت کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ انجمن
ایک رجسٹرڈ بوڈی ہے اس کے اعداد کے نقشوں
میں اگر بے پروائی کی جائے تو نہایت افسوس کی بات
ہوگی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ انجمن اور بڑی عہدہ
داروں کی خدمات بجز سوا درستی حساب کیلئے تو بہت
سا روپیہ ماہوار کلرکوں پر خرچ کرتی ہے۔ مئی
۱۹۱۱ء کے رسالہ میں جو گوشوارہ شایع کیا گیا ہے اس
کی پہلی مد بورڈنگ ہوس کے بقایا گذشتہ میں اردو
اعداد میں (۱۰۰۲) روپیہ کی رقم دکھائی گئی ہے اور
رقوم میں ۲۹۷ یا بطریق تنزل ۷۹۲ دکھائے
گئے ہیں۔ ایک آدمی جو کاغذات کے اندرون سے
واقف نہیں اور نہیں جانتا کہ خزانہ انجمن میں کیا
ہے۔ وہ حیران ہو جاتا ہے کہ کس رقم کو درست سمجھے
اس لئے وہ ان کی صحت یا غلطی پر کوئی رائے
قایم نہیں کر سکتا۔ کل گوشوارہ میں صرف اسی مقام
پر یہ اعداد دکھائے گئے ہیں۔ اور اس خصوصیت
کیوجہ معلوم نہیں۔ مگر ان کی موجودگی سے ایک سخت
مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کو امید ہے اگلے رسالہ
میں درست کر دیا جائیگا۔ اس گوشوارہ میں جہاں
خلاصہ دیا گیا ہے وہاں ۱۹۰۹ء کا بقایا [illegible]
بھی درج ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بقایا [illegible]
کس کے نام ہے۔ اور گذشتہ تین سال کے اندر یہ
کیوں وصول نہیں ہوا۔ اور اگر ناقابل وصول ہے

تو اسکی کوئی اور صورت بمشورہ ممبران انجمن
ہونی چاہیئے۔

یہاں تک تو میں نے اس گوشوارہ پر سرسری نظر
کی ہے۔ وہ بات جس کیطرف میں نے عنوان بالا کے
ذریعہ توجہ دلانا مقصود رکھا ہے اب بیان کرتا ہوں
چند روز کا واقعہ ہے کہ جناب سکرٹری صاحب نے
حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کو اطلاع دی کہ خزانہ میں
صرف

پندرہ سو روپیہ

رہ گیا ہے۔ اور ماہوار خرچ پانچ چھ ہزار کے
قریب ہے۔ اس کا سخت فکر ہو رہا ہے۔ اس تحریر پر
کئی دن گذر گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح
تو خدا تعالے پر ایمان کا ایک کامل نمونہ ہیں انہیں
ایسی باتوں سے گھبراہٹ اور فکر ہو ہی نہیں سکتا
تاہم ہمارے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ انجمن کی بڑھتی
ہوئی ضروریات کے لئے روپیہ کا فکر کریں۔

میں نے کئی سال گذرے انجمن کے لئے **مستقل
سرمایہ** کی تحریک کی تھی اور پچیس روپیہ فنڈ اس
مقصد کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ جس میں فروری کی
رپورٹ کے موافق تین ہزار چھ سو بیاسی روپیہ ساڑھے
دس آنہ موجود تھے۔ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو اس
فنڈ کے اجرا کے وقت یہ تجویز ہوا تھا کہ **اس کا
روپیہ خرچ نہیں کیا جاوے گا**۔ مگر

افسوس ہے کہ انجمن کا اس مضمون کا ریزولیوشن
عملی صورت اختیار نہیں کر سکا۔

بعض نادان لوگ جو معاملات کی حقیقت سے
واقف نہیں ہوتے جب انجمن کے کسی امر پر تنقیدی
ریمارک پڑھتے ہیں۔ تو نعل در آتش ہو کر ایڈیٹر
الحکم کو کوستے ہیں۔ کوئی اسے فرقہ منقیعہ
کا بانی لکھتا ہے۔ کوئی انجمن کا دشمن قرار دیتا ہے
کوئی کہدیتا ہے کہ وجہ اختلاف یہ ہے کہ اس نے
انجمن سے روپیہ مانگا۔ اور انجمن نے نہیں دیا۔
میں ایسے لوگوں کی کسی بات کا جواب دینا نہیں
چاہتا۔ وقت آتا ہے کہ یہ امور خود صاف ہو جائیں
گے۔ اور غلط فہمی کے بادل حق کی تیز ہواؤں سے
اڑ جائینگے میں کونسٹیٹیوشن کی عزت کرنا اپنا فرض
سمجھتا ہوں اور ہر شخص کے لئے یہ لازم جانتا ہوں
کہ وہ کونسٹیٹیوشن کی عزت کرے۔ مگر کونسٹیٹیوشن
کا بھی فرض ہے کہ وہ پبلک رائے کی قدر کرے۔ یہ
امر بطور جملہ معترضہ کے آ گیا میرا مطلب یہ تھا۔ کہ
میں اگر انجمن کو اس کے فرائض سے آگاہ کرتا ہوں
تو یہ کسی مخالفت کیوجہ سے نہیں ہے۔ میری رائے
میں انجمن کے متعلقہ انسٹیٹیوشنز کے اخراجات
کے لئے

مستقل سرمایہ کی ضرورت ہے

اور مستقل سرمایہ کی کمی کیوجہ سے یا نہ ہونے کے باعث

انجمن ان مالی مشکلات میں مبتلا ہوئی

ہے۔ لوگ حیران ہوں گے کہ انجمن کا گوشوارہ تو انجمن
کے خزانہ میں فروری ۱۹۱۱ء کو تیس ہزار سات سو بائیس
روپیہ بتاتا ہے۔ اس قدر روپیہ مئی ۱۹۱۱ء تک خرچ
ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ تین مہینوں کی آمدنی بھی خرچ
ہو گئی۔ یہ سوال بیشک نہیں **وزن دار ہے**
مگر اس کا جواب جب تک انجمن کا گوشوارہ مئی ۱۹۱۱ء
چھپ نہ جاوے اور **رپورٹ ماہواری** ہمارے
سامنے نہ آوے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ البتہ سکرٹری
صاحب کی محولہ بالا تحریر کے موافق ہمارا فرض ہے کہ

انجمن کو ان مالی مشکلات سے بچایا جاوے۔

اور قوم کو توجہ دلائی جاوے کہ وہ ان ضروریات
کے پورا کرنے کیلئے بہت جلد روپیہ فراہم کرے۔ کیونکہ
جو کام شروع ہو چکے ہیں ان کے بند کرنے میں سخت
نقصان کا احتمال اور اندیشہ ہے۔ انجمن کو مالی مشکلات
سے بچانے کے لئے جہاں روپیہ بہم پہنچانا ضروری ہے
وہاں سب سے اہم اور ضروری امر

روپیہ کا خرچ کرنا ہے

میں ہمیشہ انجمن کے سالانہ بجٹ پر (جسکے بننے کے
دن اب قریب ہیں) قوم کو توجہ دلایا کرتا ہوں۔ کہ
اخراجات اور آمدنی کے پیمانہ پر غور کرو۔ اور بجٹ
کے علاوہ **ایک عملی بجٹ** بھی مد نظر رکھا کرے
مگر میری باتوں پر بعض لوگ تو یونہی ہنس دیتے
ہیں اور بعض کو خیال گذرتا ہے کہ

یہ خود انجمن کے کسی عہدہ کا شائق ہے

میں ان باتوں کو سنکر اس سے تسلی پا لیتا ہوں کہ اس
قسم کی باتیں تو نبیوں پر بھی اعتراض کے رنگ میں
جڑ دی جاتی ہیں۔ اور انہیں بھی **یرید ان یتفضل
علیکم** کہدیا جاتا ہے۔ پھر میری کیا ہستی؟
اور ان باتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے میں

حافظ وظیفہ تو دعا گفتن است و بس
در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

پر عمل کر لیتا ہوں اور جس بات کو اپنے فہم و فکر میں
قوم کے لئے مفید سمجھتا ہوں اسے للّٰہ کہہ گذرتا ہوں
کوئی خوش ہو یا ناراض

انجمن کے کارپردازوں کو روپیہ کے خرچ کے
سوال کو سب سے اول مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اور

[illegible] کہ یہ بالکل سچ ہے۔

[illegible] اشد فلسفی دراند

مئی ۱۹۱۱ء کے رسالہ کے ساتھ فروری ۱۹۱۱ء کا گوشوارہ بمشکل شایع ہو سکا ہے۔ اور صدر انجمن کی ماہوار رپورٹ (جس سے قوم کو ان کاموں کا پتہ لگتا ہے جو مہینے کے اندر ہوئے) اس مرتبہ شایع نہیں ہوئی **شخصی اخبارات یا رسالجات** جن کو کہا جا سکتا ہے کہ وہ **تجارتی اصول** پر چلائے جاتے ہیں۔ اپنے فرض منصبی میں کوئی غفلت یا تساہل کریں (وہ بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ) جو رسالہ قوم محض اشاعت سلسلہ کے خیال سے نقصان **برداشت** کرکے چلا رہی ہے۔ اس کی بروقت اشاعت کیساتھ سلسلہ کی ضروری خدمت کا لحاظ نہ کیا جاوے۔

ماہواری رپورٹ قوم میں ایک تحریک پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے جب وہ دیکھتی ہے کہ اس کی **ذمہ واری کے نیچے** اس قدر کام ہو رہے ہیں اور ان میں اسطرح ترقی ہو رہی ہے کثرت کام کیوجہ سے ماہواری رپورٹ غالباً رہ گئی ہو گی سہواً

گوشوارہ کی اشاعت میں نہایت احتیاط اور خیال صحت کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ انجمن ایک رجسٹرڈ بوڈی ہے اس کے اعداد کے نقشوں میں اگر بے پروائی کی جائے تو نہایت افسوس کی بات ہو گی۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ انجمن اور غریب عہدہ داروں کی خدمات کے سوا درستی حساب کیلئے تو بہت سا روپیہ ماہوار کلرکوں پر خرچ کرتی ہے۔ مئی ۱۹۱۱ء کے رسالہ میں جو گوشوارہ شایع کیا گیا ہے اس کی پہلی مد بورڈنگ ہوس کے بقایا گذشتہ میں اردو اعداد میں (۱۰۰۲) روپیہ کی رقم دکھائی گئی ہے اور رقوم میں ۲۹۲ یا بطریق تنزل ۹۲ دکھائے گئے ہیں۔ ایک آدمی جو کاغذات کے اندرون سے واقف نہیں اور نہیں جانتا کہ خزانہ انجمن میں کیا ہے۔ وہ حیران ہو جاتا ہے کہ کس رقم کو درست سمجھے اس لئے وہ ہزاں کی صحت یا غلطی پر کوئی رائے قایم نہیں کر سکتا۔ کل گوشوارہ میں صرف اسی مقام پر یہ اعداد دکھائے گئے ہیں۔ اور اس خصوصیت کیوجہ معلوم نہیں۔ مگر ان کی موجودگی سے ایک سخت مغالطہ پیدا ہوتا ہے۔ جس کو امید ہے اگلے رسالہ میں درست کر دیا جائیگا۔ اس گوشوارہ میں جہاں خلاصہ دیا گیا ہے وہاں ۱۹۰۹ء کا بقایا بھی درج ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بقایا کس کے نام ہے۔ اور گذشتہ تین سال کے اندر یہ کیوں وصول نہیں ہوا۔ اور اگر ناقابل وصول ہے تو اسکی کوئی اور صورت بمشورہ ممبران انجمن ہونی چاہیئے۔

یہاں تک تو میں نے اس گوشوارہ پر سرسری نظر کی ہے۔ وہ بات جس کیطرف میں نے عنوان بالا کے ذریعہ توجہ دلانا مقصود رکھا ہے اب بیان کرتا ہوں چند روز کا واقعہ ہے کہ جناب سکرٹری صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کو اطلاع دی کہ خزانہ میں صرف

پندرہ سو روپیہ

رہ گیا ہے۔ اور ماہوار خرچ پانچ چھ ہزار کے قریب ہے۔ اس کا سخت فکر ہو رہا ہے۔ اس تحریر پر کئی دن گذر گئے۔ **حضرت خلیفۃ المسیح** تو خدا تعالے پر ایمان کا ایک کامل نمونہ ہیں انہیں ایسی باتوں سے گھبراہٹ اور فکر ہو ہی نہیں سکتا تاہم ہمارے لئے یہ امر قابل غور ہے کہ انجمن کی ایمرجنسی ضروریات کے لئے روپیہ کا فکر کریں۔

میں نے کئی سال گزرے انجمن کے لئے **مستقل سرمایہ** کی تحریک کی تھی اور ریزرو روپیہ فنڈ اس مقصد کے لئے جاری کیا گیا تھا۔ جس میں فروری کی رپورٹ کے موافق تین ہزار چھ سو پچاسی روپیہ ساڑھے دس آنہ موجود ہے۔ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو اس فنڈ کے اجراکے وقت یہ تجویز ہوا تھا کہ **اس کا روپیہ خرچ نہیں کیا جاوے گا۔ مگر**

افسوس ہے کہ انجمن کا اس مضمون کا ریزولیوشن **عملی صورت** اختیار نہیں کر سکا۔

بعض نادان لوگ جو معاملات کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے جب انجمن کے کسی امر پر تنقیدی ریمارک پڑھتے ہیں۔ تو نعل در آتش ہو کر ایڈیٹر الحکم کو کوستے ہیں۔ کوئی اسے **فرقہ شیعہ** کا بانی کہتا ہے۔ کوئی انجمن کا دشمن قرار دیتا ہے کوئی کہدیتا ہے کہ وجہ اختلاف یہ ہے کہ اس نے انجمن سے روپیہ مانگا۔ اور انجمن نے نہیں دیا۔ میں ایسے لوگوں کی کسی بات کا جواب دینا نہیں چاہتا۔ وقت آتا ہے کہ یہ امور خود صاف ہو جاویں گے۔ اور غلط فہمی کے بادل حق کی تیز ہوا میں سے اڑ جائیں گے میں کونسٹیٹیوشن کی عزت کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں اور ہر شخص کے لئے یہ لازم جانتا ہوں کہ وہ کونسٹیٹیوشن کی عزت کرے۔ مگر کونسٹیٹیوشن کا بھی فرض ہے کہ وہ پبلک رائے کی قدر کرے۔ یہ امر بطور جملہ معترضہ کے آگیا میرا مطلب یہ تھا۔ کہ میں اگر انجمن کو اس کے نقائص سے آگاہ کرتا ہوں تو یہ کسی مخالفت کیوجہ سے نہیں ہے۔ میری رائے میں انجمن کے متعلقہ انسٹیٹیوشنز کے اخراجات کے لئے

مستقل سرمایہ کی ضرورت ہے

اور مستقل سرمایہ کی کمی کیوجہ سے یا نہ ہونے کے باعث **انجمن ان مالی مشکلات میں مبتلا ہوئی** ہے۔ لوگ حیران ہوں گے کہ انجمن کا گوشوارہ تو انجمن کے خزانہ میں فروری ۱۹۱۱ء کو تیس ہزار سات سو بائیس روپیہ بتاتا ہے۔ اس قدر روپیہ مئی ۱۹۱۱ء تک خرچ ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ تین مہینوں کی آمدنی بھی خرچ ہو گئی۔ یہ سوال کچھ شک نہیں **وزن دار ہے** مگر اس کا جواب جب تک انجمن کا گوشوارہ مئی ۱۹۱۱ء چھپ نہ جائے اور رپورٹ **ماہواری** ہمارے سامنے نہ آوے کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ البتہ سکرٹری صاحب کی محولہ بالا تحریر کے موافق ہمارا فرض ہے کہ

انجمن کو ان مالی مشکلات سے بچایا جاوے

اور قوم کو توجہ دلائی جاوے کہ وہ ان ضروریات کے پورا کرنے کیلئے بہت جلد روپیہ فراہم کرے۔ کیونکہ جو کام شروع ہو چکے ہیں ان کے بند کرنے میں سخت نقصان کا احتمال اور اندیشہ ہے۔ انجمن کو مالی مشکلات سے بچانے کے لئے جہاں روپیہ بہم پہنچانا ضروری ہے وہاں سب سے اہم اور ضروری امر

روپیہ کا خرچ کرنا ہے

میں ہمیشہ انجمن کے سالانہ بجٹ پر (جسکے بننے کے دن اب قریب ہیں) قوم کو توجہ دلایا کرتا ہوں۔ کہ اخراجات اور آمدنی کے پیمانہ پر غور کرو۔ اور بجٹ کے علاوہ **ایک عملی بجٹ** بھی مدنظر رہا کرے مگر میری باتوں پر بعض لوگ تو یونہی ہنس دیتے ہیں اور بعض کو خیال گذرتا ہے کہ

یہ خود انجمن کے کسی عہدہ کا شائق ہے

میں ان باتوں کو سنکر اس سے تسلی پالیتا ہوں کہ اس قسم کی باتیں تو نبیوں پر بھی اعتراض کے رنگ میں جڑ دی جاتی ہیں۔ اور انہیں بھی **یرید ان یتفضل علیکم** کہہ دیا جاتا ہے۔ پھر میری کیا ہستی؟ اور ان باتوں کی پروا نہ کرتے ہوئے میں

حافظ وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس
در بند آن مباش کہ نشنید یا شنید

پر عمل کر لیتا ہوں اور جس بات کو اپنے فہم و فکر میں قوم کے لئے مفید سمجھتا ہوں اُسے للہ کہہ گذرتا ہوں کوئی خوش ہو یا ناراض

انجمن کے کارپردازوں کو روپیہ کے خرچ کے سوال کو سب سے اول مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ اور

بنابریں کفایت شعاری سے اس روپیہ کو خرچ کرنا چاہئے جو قوم کے گاڑھے پسینے کی کمائی ہے۔ میں ہرگز کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی میری نیت پر حملہ کرے تو وہ تقویٰ کے طریق کے خلاف ہوگا۔ ہاں اس موقعہ پر جبکہ انجمن مالی مشکلات میں ہے۔ مجھے اس درد دل کا اظہار کرنا پڑا۔ اخراجات میں مزید احتیاط بکار ہے میں اس امر کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کرتا ہوں یہ مثال میں اس گوشوارہ کی بنا پر پیش کرتا ہوں جو انجمن کے رسالہ میں شائع کیا گیا ہے اور جس کو ہمیں صحیح یقین کرنا چاہئے جب تک انجمن کیطرف سے کبھی اس کی اصلاح نہ ہو۔

سائر خرچ دفاتر کے لئے سالانہ اخراجات نو سو ستر روپیہ اندازہ کئے گئے تھے۔ اگرچہ میں اس کو زیادہ سمجھتا ہوں۔ دسمبر ۱۹۱۰ء سے لیکر مارچ ۱۹۱۱ء تک اگر سائر خرچ کی میزان دیکھیں تو وہ چار سو چھتالیس روپیہ دس آنہ ہوتی ہے۔ گویا بحساب اوسط ۱۱۱ روپیہ دو آنہ ماہوار۔ حالانکہ بجٹ کے لحاظ سے بھی ماہوار اوسط ۸۰ روپیہ سے بڑھنی نہیں چاہئے تھی۔ اس قسم کی زودگذاشتیں اخراجات کو بجائے کمی کیطرف لیجانے کے بڑھا دیتی ہیں۔ یہ ایک مثال ہے اور اسی طرح اور بھی پیش ہو سکتی ہیں۔

پس انجمن کو مالی مشکلات سے نجات دینے کیلئے جہاں تک اسباب کا تعلق ہے اور اس کے ماتحت ہم اپیلیں کرتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ انجمن کے مستقل سرمایہ کا انتظام کرنا چاہئے۔ دوسرے اس کے اخراجات میں مناسب اور معقول کمی کرنی چاہئے جن طریقوں سے اخراجات کم ہو سکتے ہیں انہیں اختیار کیا جاوے۔ تعمیر پر سب سے زیادہ رقم خرچ ہو رہی ہے۔ اور اسکا اثر دوسری مدات پر پڑ رہا ہے اس لئے ضروری تعمیر کو ختم کر کے سردست تمام توجہ انجمن کے مستقل فنڈ کیطرف مبذول کیجاوے روپیہ کی فراہمی کے لئے بعض لوگوں کے نزدیک ایک ڈیپوٹیشن باہر بھیجنے کی ضرورت ہے۔ بیشک اس وقت روپیہ مہیا کرنے کے لئے جو کوشش بھی کی جاوے مبارک ہے اور نہایت ضروری ہے مگر قوم میں اس عادت کو پیدا کرنے کی بجائے ان میں ایسا احساس پیدا کرنا چاہئے کہ وہ سلسلہ کی تحریک پر فوراً خود کام کرے اور ہر جگہ کی انجمنیں اپنے اپنے ہاں سے چندہ جمع کر کے بھیجدیں۔ میرے پاس کوئی صحیح تعداد انجمنوں کی موجود نہیں تاہم میں قیاس کرتا ہوں کہ سو سے کم نہیں ہوگی۔ اگر ہر ایک انجمن

اسوقت ایک ایک سو روپیہ

انجمن کی موجودہ ضروریات کے لئے بھیجدے تو یکدم دس ہزار روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ اور کسی ڈیپوٹیشن کے بھیجنے کی حاجت نہیں جو بزرگ وفد میں شریک ہو کر اپنے وقت اور روپیہ کو نثار کریں گے وہ اپنا وہ روپیہ بھی ان اغراض کیلئے دے سکتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ بعض انجمنیں اس حیثیت کی نہیں کہ وہ ایک سو روپیہ دے سکیں۔ مگر اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ بعض انجمنیں خدا کے فضل سے ایسی بھی ہیں۔ جو ایک سو کی بجائے کئی ہزار دے سکتی ہیں جیسے لاہور۔ سیالکوٹ کی انجمنیں۔

الحمد للہ کہ قوم نے ایثار میں جو نمونہ دکھایا ہے اسکی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں مل سکتی ہے۔ جسقدر چندہ کا بوجھ اس غریب قوم پر ہے دوسرے مسلمانوں کو اس کے پاسنگ کے برابر بھی چندہ دینے نہیں پڑتے ہیں۔ اخبارات جسقدر جاری ہیں اور آئے دن وہ جاری ہوتے رہتے ہیں وہ قریباً ایک ہی خریداروں کے پاس جاتے ہیں۔ جو بدر لیتے ہیں وہی الحکم۔ میگزین۔ اور نور۔ اور الحق اور الاسلام وغیرہ لیتے ہیں۔ خریداروں کی تعداد میں بہت تھوڑا فرق ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی کوئی نہ کوئی نئی کتاب بھی نکلتی رہتی ہے۔ پھر شخصی تحریکیں مزید برآں ہیں۔ شادہ سنگت کے ممبر اپنے لئے کچھ نہ کچھ لینا چاہتے ہیں۔ امیر الضعفاء حضرت میر ناصر نواب صاحب قبلہ تو اپنی تحریکوں کے لئے سفر ہی میں رہتے ہیں۔ پھر ہمارے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب کبھی ڈاک ولایت کیلئے اور کبھی انجیل نمبر صلیب کے لئے اور کبھی اور تحریکوں کے ذریعہ قوم کی جیب کو متحرک کرتے ہیں ایڈیٹر الحکم اپنا ہی رونا روتا رہتا ہے۔ یہ تو مرکزی تحریکیں ہیں۔ ان کے علاوہ باہر سے بھی کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہتا ہے۔ ہمارے خواجہ صاحب بھی قوم کو نیک کاموں کے چندوں میں شامل کر لیتے ہیں۔ اور بعض رسالہ جات شائع کرتے رہتے ہیں۔ اس قسم کی بہت سی تحریکیں ہیں جو قوم کے روپیہ پر موثر ہیں۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ ان تحریکوں کی اصلاح کی حاجت ہے۔ مگر یہ وقت اس پر غور کرنیکے لئے نہیں اس وقت سب سے پہلا امر جو ہمارے سامنے آنا چاہئے

وہ انجمن کی موجودہ مالی مشکل کا علاج ہے

میں الحکم کی مشکلات کو مد نظر رکھتا ہوا ابھی تحریک کرتا ہوں کہ انجمنیں جو صدر انجمن کے اعضاء اور جوارح ہیں اپنے دارالکین کو جنبش دیں

اور فوراً روپیہ جمع کریں

میری اپنی سمجھ میں اس وقت کم از کم دس ہزار روپیہ جمع کر کے بھیجدیا جاوے۔ تو موجودہ ضرورت کیلئے آسانی ہو۔ بالآخر اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ کہ وہ قوم کے دل میں تحریک پیدا کرے اور اسی کے فضل سے ہوگا جو کچھ ہوگا۔

اقتباس الصحایف

قرآن کریم کا ادب و تعظیم!

قرآن کریم کا ادب و تعظیم ہر ایک مسلمان کے لئے لازمی ہے! اور ہر متنفس کا مقصد فرض یہ ہے کہ اس مجموعہ برکت و رحمت کو عظمت و احترام کی نظر سے دیکھے ہر حال میں اس کی عزت ملحوظ رکھے اور کبھی اس کی بزرگداشت سے غافل نہ ہو۔ لیکن پہلے یہ طے ہو جانا چاہئے کہ اس پاک کتاب کے ادب و تعظیم کا مفہوم کیا ہے؟ تعظیم و تکریم کے اگر یہی معنے ہیں کہ بغیر طہارت کے تلاوت نہ کیجائے۔ مکتبے وضو کوئی اس کو نہ چھونے پائے۔ تہ بہ تہ ریشمی جزدان اس پر چڑھے رہیں بے ادبی کے خوف سے رسالوں اور اخباروں میں اس کی آیتیں نہ لکھی جائیں تو گویا صرف اتنا کر لینے سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک شخص کا عمل قرآن پر نہیں۔ اور اس کے کردار و گفتار سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام الٰہی کی عزت سے اسکا دل بے بہرہ ہے مگر ظاہری تعظیم میں وہ نہایت مبالغہ کرتا ہے اور ہمیشہ سے جو رسم و رواج چلا آتا ہے اس کے مطابق مروجہ عظمت کا بڑی سختی سے پابند ہے۔ کیا تم ایک لحظہ کیلئے بھی اسکی تعظیم کو قرآن کریم کی اصلی تعظیم پر محمول کر سکتے ہو۔ اصلی تعظیم ظاہرداریوں سے بے نیاز ہے۔ اور اس کا منشا محض اس قدر ہے کہ یہ آسمانی کتاب جن تعلیمات کو دنیا میں عام کرنا چاہتی ہے اور نوع انسان کی بھلائی کے لئے جو احکام اس نے مقرر کر رکھے ہیں ان کی پابندی کیجائے۔ قرآن اس لئے نہیں اترا تھا کہ لوگ اس کو آنکھوں سے لگانے اور سر پر رکھنے کو کافی سمجھیں قرآن کے نازل ہونے کی خاص غرض یہ تھی کہ دنیا اس کی روشنی سے منور ہو۔ اور اہل دنیا اس کو اپنے معاملات کا دستور العمل بنائیں۔ یہ بڑے شرم کی بات ہے۔ کہ قرآن کے باب میں بھی ہماری روش نمود و نمایش و رسم و رواج پر مبنی ہو زبان سے تو اس کی عظمت کا اقرار ہو مگر دل یہ کہہ رہا ہو کہ:-

دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

ظاہری عظمت کے لئے یہ دلیل دی جاتی ہے کہ خود قرآن کریم

لا یمسہ الا المطھرون

(پاکوں کے سوا کوئی اُس کو چھونے نہیں پاتا) کی تاکید کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایک آیت کا ہی مفہوم غلط سمجھا گیا۔ کفار کو اعتراض تھا کہ قرآن منجانب اللہ نہیں ہے یہ بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ خدا نے اس وہم کی تکذیب کی اور فرمایا کہ:-

انہ لقرآن کریم۔ فی کتٰب مکنون۔ لا یمسہ الا المطھرون۔ تنزیل من رب العٰلمین۔ افبھذا الحدیث انتم مدھنون۔ و تجعلون رزقکم انکم تکذبون۔ (یہ قرآن تو بڑی بزرگی کا قرآن ہے۔ محفوظ کتاب میں موجود،

پاکوں کے علاوہ کوئی اس کو چھونے نہیں پاتا پروردگار عالم کیطرف سے نازل ہوا ہے کیا تم لوگ اس کلام سے منکر ہو اور تم نے اپنا راتب باندھ لیا ہے کہ (اس کو) جھٹلاتے ہی رہو گے (سورۂ واقعہ کے رکوع ۳ - آیت ۷۷ و ۸۲) آیت میں صاف مذکور ہے کہ کفار کو اس پاک کلام کے کلام اللہ ہونے سے انکار تھا اور انہوں نے اس کے جھٹلانے کو اپنا فرض قرار دے رکھا تھا۔ جس کے جواب میں بتایا گیا کہ یہ لوح محفوظ میں بڑی احتیاط سے لکھا ہوا موجود ہے اور خدا کے پاک نفس بندوں کے علاوہ کوئی اس کو چھونے نہیں پاتا۔ پھر اس میں کمی و بیشی کی گنجائش کہاں رہی؟ اور کوئی اس کو جھٹلا کیونکر سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ اس واضح تشریح کے ہوتے ہوئے آیت کا مطلب یہ نکالا جاتا ہے کہ پاک آدمیوں کے علاوہ کوئی اس کو چھونے نہ پائے۔

اس آیت کی تفسیر میں متعدد حدیثیں موجود ہیں حضرت ابن عباس و جابر بن زید و ابو نہیق رضہ سے روایت ہے کہ وہ قرآن جو آسمان پر ہے پاکوں کے علاوہ کوئی اور اس کو نہیں چھو سکتا۔" حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ قرآن ایسی محفوظ کتاب ہے کہ اس پر غبار تک نہیں آ سکتا۔ امام ضحاک لکھتے ہیں کہ کفار کو گمان تھا کہ محمد (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) پر شیاطین نے قرآن نازل کیا ہے۔ اسکا جواب ملا۔ کہ وہ تو محفوظ کتاب ہے پاکوں کے علاوہ تو اس کو کوئی چھو تک نہیں سکتا۔ وہاں کسی کی دسترس کہاں؟ سعید ابن جبیر و عیسیٰ و ابو نہیق و جابر بن زید و مجاہد رضی اللہ عنہ نے لا یمسہ الا المطہرون کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں ابو العالیہ و ابن زید و قتادہ نے روایت کی ہے کہ یہ مطلب کہ پاکوں کے سوا کوئی قرآن کو چھونے نہیں پاتا۔ اس میں پاکوں سے مراد خدا کے پاک فرشتے مقدس پیغمبر اور پاکیزہ خصال و پرہیزگار بندے مراد ہیں اور قرآن سے وہ قرآن مراد ہے جو لوح محفوظ میں ثبت ہے کیونکہ دنیا میں تو اس کو ناپاک مجوسی اور گندے منافق بھی چھوتے ہیں۔ اسی طرح کی اور بہت سی حدیثیں تفسیر امام ابن جریر جلد ۲۷ صفحہ ۱۰۶ میں بڑی تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ مطالب کی عام تحقیقات کو بشرط ضرورت کسی دوسرے وقت کیلئے ہم اٹھا رکھتے ہیں۔ اس موقعہ پر یہی گزارش کافی ہے کہ آیت زیر بحث میں نہ صیغہ نہی وارد ہے۔ اور نہ معنوی نہی کی صورت نکلتی ہے۔ بات صرف اتنی تھی کہ قرآن کریم کے محفوظ و منجانب اللہ ہونے کا یقین دلانا تھا۔ لیکن نکتہ آفرینی کا بھلا ہو کہ اس سے ممانعت کا حکم بھی پیدا کر لیا گیا۔ اور پھر اس فرضی قاعدہ پر استدلال کی ایک لانبی چوڑی عمارت بھی بنا لی گئی تخیلات کا عالم بھی عجیب عالم ہے۔

ہمارا یہ منشا ہرگز نہیں کہ قرآن کریم کی ظاہر تعظیم ترک کر دی جائے مطلب صرف اس قدر ہے کہ (۱) مسلمانوں کا ظاہر و باطن یکساں ہونا چاہیئے۔ جیسا ہے کہ ظاہر میں تو قرآن کریم کا ہم اس قدر ادب کریں کہ جب تک وضو و غسل نہ ہو اسکا چھونا اور اسکے الفاظ کا زبان پر لانا ممنوع سمجھیں اور باطن کا یہ حال ہو کہ تعلیمات قرآنی سے ہماری روش اتنی مخالف رہے کہ گویا دل کو یہ بھی یقین نہیں کہ یہ کلام خدا کا کلام ہے۔ اور اسکا ماننا اور اس پر عمل کرنا ہم پر فرض ہے (۲) اصلی تعظیم یہ ہے کہ قرآن کریم کے احکام پر ہمارا عمل ہو اور ضمنی تعظیم یہ ہے کہ اس عمل کیساتھ ظاہری احترام میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے (۳) یہ نہایت مخدوش استدلال ہے کہ فلاں بزرگ جو تنکا نظر آتا تھا اس کو اٹھا لیتے تھے کہ یہ الف کی شکل اور یہ ب کی صورت ہے۔ فلاں بزرگ نے سن کے کھیت میں داخل ہوتے ہی جوتا اتار لیا کہ اس کا کاغذ بنتا ہے۔ اور اس پر قرآن شریف لکھا جاتا ہے۔ میں اس میں جوتا پہن کر کیونکر چلوں۔ بے شبہ یہ واقعات ان بزرگوں کے کمال احترام کا نتیجہ ہیں۔ مگر جہاں وہ اس ظاہری ادب کے پابند تھے۔ وہاں قرآن کی اصلی عظمت بھی ان کے دلوں میں اسقدر تھی کہ تمام عادات و اطوار قرآن ہی کے رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اور اسی کے نمونے بنے ہوئے تھے تعجب ہے کہ اس ظاہری تعظیم میں جو ایکطرح کی محویت و استغراق سے پیدا ہوئی تھی قرآن کی تقلید پھر زور دیا جائے اور اصلی تعظیم کا خیال بھی نہ آئے (۴) ظاہر تعظیم (یعنی بے طہارت نہ چھونے) کے لئے قرآن کریم سے جو دلیل پیش کی جاتی ہے۔ اس سے یہ مقصد ثابت نہیں ہوتا۔ (۵) جو لوگ خدانخواستہ آیات قرآنی کی بیحرمتی کرتے ہیں وہ خود گنہگار ہونگے۔ لیکن اس خوف سے یہ مناسب نہیں ہے کہ مسلمانوں کی تحریر و تقریر میں آیتیں آنے ہی نہ پائیں۔ خدا اور رسول کے احکام میں تو ابھی تک ایسی ممانعت کی تصریح نظر نہیں آئی۔ (۶) یہ فتوےٰ کہ بجائے آیت نقل کرنے کے سورہ و آیت کا نمبر بھیجیے اس کے ترجمہ کا حوالہ دیدیا کریں" شاید ان راسخ الاعتقاد مسلمانوں کیلئے تشفی بخش نہ ہو جن کا عقیدہ یہ ہو کہ قرآن کریم کے کسی جزو کا ترجمہ بغیر اصل عبارت کے لکھنا اس لئے قابل احتراز ہے کہ ممکن ہے کہ کسی وقت میں یہ رواج عام ہو جائے۔ انجیل و توریت کی طرح قرآن کے لئے بھی لوگ صرف ترجمہ کافی سمجھنے لگیں۔ اور انہیں کیطرح مبادا اس میں بھی تحریف کی گنجائش نکل آئے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کیا تعظیم صرف قرآن کے الفاظ کی ہونی چاہیئے اس کے مطالب کی نہ ہونی چاہیئے۔ لفظ کی عظمت میں اگر معنے کا سب سے زیادہ دخل ہے تو کیا وجہ ہے کہ کلام اللہ کے الفاظ مقدس نہ مانے جائیں۔ لفظ و معنے اگر دونوں مقدس و متبرک ہیں تو کیا یہ جائز ہے کہ آیات قرآنی کے الفاظ تو اس لئے نہ لکھے جائیں کہ ان کی بے ادبی ہوگی اور معانی ترجمہ کر کے اس لئے لکھ دیئے جائیں کہ اس کی بے ادبی ہوتی بھی تو کچھ مضائقہ نہیں

تہذیب الاخلاق

اخباروں میں قرآنی آیات

اخبار زمیندار مورخہ ۸ر اپریل میں حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب نے ایک مراسلہ بعنوان "عقرائے فقیر" لکھا تھا جس کا منشاء اور مطلب یہ تھا کہ قرآن شریف کی آیات لکھنے کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اس لئے اخباروں میں آیتوں کو نہ لکھنا چاہیئے۔ بعض اور نامہ نگاروں اور خود ایڈیٹر زمیندار نے بھی ان کی اس رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ زمیندار میں آئندہ کوئی آیت قرآنی درج نہ ہوگی۔ صرف ترجمہ کافی خیال کیا جائیگا۔" لیکن شرعی طور پر چونکہ ایسی بندش نہیں ملتی۔ بلکہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل وغیرہ مخالفین اسلام کیطرف جو ہدایت نامے لکھے۔ ان میں بھی آیات قرآنی درج ہیں اسلئے مسلمانوں کو اپنی طرف سے ایک نئی بات وضع کرنی ٹھیک نہیں۔ اور آیات لکھنے والوں کا کوئی قصور نہیں۔ ان کی نیت آیات کی بے حرمتی اور بے ادبی کی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کا مطلب تو اشاعت دین و تبلیغ اسلام سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی بے ادبی کرے گا تو ذمہ وار وہ ہوگا نہ لکھنے والے لکل امرئ ما نوی اور نہ اس طرح کے وہم کی بنا پر ایسا فتوےٰ دیا جائے تو خود قرآن شریف کی نسبت بھی یہ کہا جاسکیگا کہ اس کا چھاپنا روک دیا جائے۔ کیونکہ بوسیدہ ہونے یا شیرازے اکھڑ جانے کے بعد قرآنی اوراق کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ اور پھر ان کی بھی بے ادبی ہوتی جاتی ہے۔ اور ذرا وسیع نظر سے دیکھا جائے۔ تو ان ممالک کا کیا حال جن میں عربی زبان مروج ہے۔ مثلاً۔ مصر۔ مراکو عرب۔ شام وغیرہ۔ جہاں کی زبان لکھنے اور پڑھنے میں عربی مستعمل ہوتی ہے۔ وہاں کے اخبارات میں اس قاعدہ کا نفاذ کیونکر ہو سکے گا؟ وہ آیات کو اس خیال سے درج نہ کریں۔ کہ ان کی بے حرمتی کا خطرہ ہے۔ تو پھر ترجمہ کس طرح اور کس زبان میں کرینگے۔ اور اُسے وہاں کے باشندوں سے سمجھ کون سکیگا؟ (خیندار)

اطلاع

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ الاحد حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کے ارشاد اور مشورہ کے ماتحت کچھ دنوں کیلئے ڈلہوزی پہاڑ پر تشریف لے گئے ہیں

اسلامی سپرٹ ترقی کا اصلی ذریعہ

ہر کہ خود تربیت نکند حیوان است
آدم آنست کہ اورا پدر اوربیت

ایک زمانہ تھا کہ اخلاقی، سیاسی اور تمدنی و روحانی دنیا میں مسلمان کوس لمن الملک بجا رہے تھے۔ دنیا کی ہر ایک بہترین خوبی ان کی وراثت تھی۔ وہ دنیا صابر شاکر۔ خوش۔ مطلق۔ عابد نمازی و پرہیزگار عالم و متقی۔ متعبد پرجوش تھے۔ وہ آزاد اور شجاع دلیر و بہادر قوم کی شان میں دنیا کے سٹیج پر اپنا شاندار پارٹ ادا کر رہے تھے۔ ان کے دل اسلام کے نور سے روشن و منور تھے۔ اور اسی نور کے انعکاس و انجلاء نے دنیا کو بقعہ نور بنا رکھا تھا اور جہالت اور گناہ کی تحریکوں کو مٹا دیا تھا۔ اسلام کی حقیقت سے آگاہ ہو کر انہوں نے ایسی معاشرت و تمدن کی بنیاد رکھی کہ دنیا اب تک ان کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ ایک وہ مسلمان تھے جنکا چند الفاظ میں اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ یا ایک ہم مسلمان ہیں کہ دنیا کی کوئی برائی نہیں جو ہم میں موجود نہیں۔ فلاکت و نکبت۔ جہالت و وحشت ہر سو منڈلا رہی ہے نحوست ہر چہار طرف چھا رہی ہے۔ اسلامی عالم پر ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔ گناہوں کی تاریکی سے ایک ہُو کا عالم برپا ہے۔ مگر اب یہ سوال خود بخود دل میں پیدا ہوتا ہے کہ کون بات نے ہم میں یہ زمین و آسمان کا فرق پیدا کر دیا ہے کن وجوہ و اسباب نے ہم کو عزت کے عرش سے ذلت کے فرش پر پٹک دیا ہے۔ ایک وہ مبارک زمانہ تھا کہ ہم ترقی کے فلک الافلاک کے درخشاں ستارے تھے۔ یا آج وہ منحوس زمانہ ہے کہ ہم پستی کے تحت الثریٰ میں گرے چلے جا رہے ہیں۔ ہماری پستی کے تذکروں سے بزم اغیار میں داستان حمزہ کے لطف اٹھائے جا رہے ہیں۔ ع

جا بجا نام تو جز نقش قدم چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈنے عنقا ہم کو

جب ہم ان اسباب و وجوہ کی تنقید و نظر کرتے ہیں۔ کہ جنہوں نے ہماری حالت میں اتنا نمایاں فرق پیدا کر دیا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ قرون اولے کے مسلمان دو اصولوں کو اپنی ترقی اور سلامتی کیلئے ضروری سمجھتے تھے۔ یعنی (۱) ایمان باللہ (۲) خوف من اللہ۔

سوائے خدائے ذوالجلال کے کسی سے نہ ڈرنا۔ اور اس کی ذات پاک پر پورا پورا ایمان رکھنا۔ درحقیقت حقیقی ترقی کا سنگ بنیاد ہے۔ کسی دشمن کے سامنے خواہ وہ کتنا ہی زبردست کیوں نہ ہو سرِ تسلیم خم نہ کرنا اور خدا پر کامل اور پورا یقین و بھروسہ رکھنا۔ سخت سے سخت مشکل سے نہ گھبرانا۔ کوہ غم بھی سامنے آئے تو اس کو سر پر اُٹھا لینا۔ دنیا کے نشیب و فراز سے ہراساں نہ ہونا قسمت کے انقلاب کو بہ خندہ پیشانی گوارا کرنا۔ یہانتک کہ وقت پر موت کے منہ میں جانے تک سے نہ ڈرنا۔ یہ ایسے شاندار اوصاف ہیں کہ دنیاوی ترقی و کامیابی انکا ایک بالکل معمولی نتیجہ ہے۔ پہلے مسلمان ان اوصاف سے متصف تھے زبانی جمع خرچ میں تو ہم بھی کم نہیں۔ مگر عملی دنیا میں ہم درجہ صفر تک گر چکے ہیں۔ اور اعمال و افعال ہی کوئی ایک عملی نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں۔ اس امر کو فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ قال اور حال میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ موت اور زندگی میں۔ دیکھو ہستی سے عدم تک صرف چند تنفس کی راہ ہے۔ مگر نتیجہ میں کتنا بھاری فرق یہ چند تنفس پیدا کر دیتے ہیں۔ قال اور حال میں صرف دماغ کی چند ضربوں اور جسم کی چند حرکتوں کا فرق ہے۔ مگر یہ فرق اتنا متضاد نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ کہ آخری درجہ زحمت یا رحمت ہوتا ہے۔

قرون اولے کے مسلمان جو کہتے تھے سچے دل سے کہتے تھے۔ اور اس پر عمل کرتے تھے۔ دنیا کی کوئی مشکل ان کے راستہ پر رکاوٹ حایل نہیں کر سکتی تھی۔ مشکلات کو وہ اپنے مردانہ عزم سے ترقی کا زینہ بنا لیتے تھے غم کا پہاڑ سامنے آتا تھا تو وہ اس کو زیادہ بلندی پر چڑھنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور خوشی خوشی اس کی طرف بڑھ جاتے تھے۔ مگر آج کے مسلمان رائی کو پہاڑ بناتے ہیں۔ ذرا سی مصیبت آن پڑے تو بس چوکڑی بھول جاتے ہیں مالی حالت ذرا پتلی ہو جائے تو بس پھر کیا ہے۔ سارا گھر ویرانے کا نمونہ بن جاتا ہے۔ خفیف سی بیماری آجائے تو سارا محلہ سر پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ قسمت ذرا آنکھ پھیرے تو بس دماغ بگڑ جاتا ہے۔ آہا۔ کیسی مصیبت کی زندگی ہم لوگ بسر کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو یہ امر بخوبی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ قلب تمام بیرونی اثرات سے بالاتر ہے۔ اور زندگی قلب کی صرف ایک حالت ہے قلب میں خفیف سا تغیر زندگی پر اپنا اثر دکھاتا ہے۔ پس اپنی ترقی کے لئے خواہ وہ جسمانی ہو یا اخلاقی یا روحانی قلب کو ایک بڑا ذریعہ سمجھو۔ اگر تمہارا قلب مردہ ہو گیا ہو تو دنیا تمہاری نظروں میں سیاہ اور تاریک ہو جائیگی اور تمہاری ترقی کے ذرایعہ مفقود ہو جائیں گے۔ خداوند تعالےٰ اپنی پاک کلام میں فرماتے ہیں کہ ہم نے سچے مسلمانوں کو ہدایت سے معمور قلب عطا فرمایا ہے۔

پس سچا مسلمان بننے کیلئے ہم کو قرآن کے حکموں کی تعمیل کرنی چاہیئے اور خدا اور خدا کے رسول کے احکام کی بجا آوری میں مستعد و چست رہنا چاہیئے۔ جب ہم سچے مسلمان بن جاینگے تو ہمارے قلب سرور اور اطمینان سے بھر جائیں گے۔ اور جب ہمارے قلب مطمئن ہو جائیں گے۔ تو ہم دین و دنیا کی کامیابی کے یقیناً وارث و حقدار ہوں گے۔ وہ عقل جو ہر حال میں منطق کا سہارا پکڑتے ہیں۔ اور اپنی عقل خام سے کام لیکر اپنی رہنمائی کرتے ہیں۔ منہ کے بل گرتے ہیں۔ منطق کی دنیا میں کوئی آرامگاہ نہیں ہے۔ اس کا قفس ایسا ہے۔ کہ اس کے قیدیوں کی قسمت میں آب و دانہ نہیں ہوتا۔ اور وہ گھٹ گھٹ کر اور تڑپ تڑپ کر راہی ملک عدم ہوتے ہیں بعض لوگ ہر امر کے لئے دلیل مانگتے ہیں۔ مگر دلیل کی بنیاد ہمیشہ جذبات پر قایم ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سوائے نیچرل دلایل کے ہم کسی کو دلیلوں سے قایل و معقول نہیں کر سکتے۔ دلیل وہ جو انسان کے نیچر سے اپیل کرے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ مگر جو لوگ نیچرل دلایل کو نہیں مانتے۔ وہ ایک تغیر پذیر اور مشکوک انسانی علم کے دلایل سے کیسے راستی و نیکی کے راستے پر آ سکتے ہیں۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ بغیر دلیل اور عقل کے ہر بات کو قبول و منظور کر لیا جائے۔ بلکہ ہمارا منشا یہ ہے کہ اخلاقی و روحانی دنیا میں جذبات اور تعصبات سے پاک ہو کر داخل ہونا چاہیئے۔ ایسے کرنے سے حقیقت حال خود بخود منکشف ہو جاتی ہے اور کسی دلیل یا بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ خود انسان کا قلب اس صراط المستقیم کا راستہ دکھا دیتا ہے۔ زندگی کا مقصد نجات ابدی ہے اور کسی طرح بھی تمہارا خالص ضمیر تم کو اس طرف راہنمائی کرے اس کی پیروی کرو۔ مگر خالص ضمیر پیدا کرنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ہماری تربیت شروع سے خدائی احکام کے مطابق ہو۔ زندگی کو عین راحت سمجھو۔ مصیبت دکھ۔ بیماری۔ نادری۔ افلاس کو بے حقیقت چیزیں سمجھو۔ زندگی جدوجہد کا نام ہے۔ اور یہ جدوجہد مسرت کمال ہے۔ جس چیز نے یہ ثابت کیا ہے۔ کہ خدا ہے۔ اسی نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی خوشی دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ روحانی زندگی میں داخل ہونے سے یہ بات نہایت آسانی کے ساتھ معلوم ہو جاتی ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ انسان کے فائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ ارضی و سماوی آفات دراصل انسانی نجات کا طلیعہ ہوتی ہیں۔ اور روحانی زندگی میں ہم اسلام کا سہارا پکڑ کر نہایت آسانی کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں۔ ع

ہر چند کہ در احوال جہاں مے نگرم
حاصل ہمہ عشرت ست باقی خوش نیست (ملت)

ترجمۃ القرآن کا پندرہواں پارہ جسکے ساتھ

سورۃ الکہف ختم کر دی گئی ہے پریس میں جا چکا ہے امید کیجاتی ہے کہ خدا کے فضل سے جلد چھپ جاویگا۔ احباب اپنے دوستوں میں ترجمۃ القرآن کی اشاعت کی تحریک کریں۔ میرے پیغام الحکم کے جواب میں بعض دوستوں نے پانچ پانچ روپیہ ماہوار دینے کا وعدہ کیا ہے مگر یہ تعداد ابھی تھوڑی ہے۔ کہ اس اسکیم کے ماتحت ابھی کام شروع نہیں ہو سکتا۔ جب تک پورے ایکسو آدمی اس کام کیلئے مالی قربانی نہ کریں۔ قرآن مجید سے محبت رکھنے والے دل حرکت کریں اور اس کار خیر میں میرے شریک ہو جائیں میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ وہ اس خدمت کا بہترین بدلہ دیگا۔ اسوقت تک کئی سے زیادہ پارے طیار ہو کر شایع ہو چکے ہیں اور اس ترجمہ اور تفسیر کو جس نے پڑھا ہے پسند کیا ہے۔ اس کام میں اگر کوئی روک ہے تو یہی ہے کہ کثرت سے اس کی اشاعت اور اعانت ہونی چاہیئے۔ خدا تعالےٰ سب دوستوں کو توفیق دے۔ آمین)

ایک صحیح پیشین گوئی

خسرو پرویز تھا مسند نشین بزم کے
آسماں تھی اس کے قدموں سے زمین بزم کے

ملک فارس میں رواں سکہ تھا اسکا ہر طرف
اسکی لامحدود عظمت کا تھا چرچا ہر طرف

آج بھی دنیا میں سطوت اسکی ہے ضرب المثل
گونجتے تھی اس کے نعروں سے کبھی دشت و جبل

جنگجو جنگ آزما دنیا میں تھا وہ بے نظیر
تھا کمند شیر افگن کا سکندر بھی اسیر

اس کے دم سے ہی تھی بقائے رونق بزم طرب
عیش و عشرت میں بسر ہوتی تھی اسکے روز و شب

حسن شیریں کی اسیکے نام سے شہرت ہوئی
اسکے ہاتھوں کوہکن کی رائگاں محنت ہوئی

مندرج تاریخ میں ہے واقعہ اک دل پسند
آرہا تھا جانب فارس شہ بالا بلند

خیمہ زن لشکر تھا دریائے گراسو کے قریب
دلربایانہ فضا تھی اور منظر دلفریب

مطمئن تھا قلب ازبس فتح روم و شام سے
دل مبرا تھا خیال گردش ایام سے

عیش بے پایاں کی اسدرجہ فراوانی ہوئی
بزم خسرو غیرت بزم سلیمانی ہوئی

رشک گلشن شاہ کے قدموں سے جنگل ہو گیا
طرح عشرت کی پڑی جنگل میں منگل ہو گیا

ایکدن وہ جبکہ سرمست خمار عیش تھا
جوشش مستی میں یعنی ہمکنار عیش تھا

عرض کی خدام دولت نے یہ آکر ناگہاں
کوئی قاصد لیکر آیا ہے عرب کے خط یہاں

اک اشارے میں اسے رخصت حضوری کی ملی
نامہ بر حاضر ہوا اور ایک چٹھی پیش کی

خط میں کیا تھا کسنے بھیجا تھا یہ کسکا نام تھا
خسرو فارس کو اذن دعوت اسلام تھا

داب شاہی سے جدا پیرایۂ تحریر تھا
بھیجنے والیکا نام عنواں پر مستطیر تھا

یعنے اس میں درج تھا فرمان ختم انبیاء
شرکت مذہب کی ہی ترغیب جسمیں برملا

غیظ آیا شیر کو پڑھکر یہ گستاخانہ خط
کردیا بس پرزے پرزے اسنے بیتابانہ خط

دلمیں پیدا اسکے پھر میل دل آزاری ہوا
حاکم ملک عرب کو یہ حکم جاری ہوا

بے ادب کو بھیجدے دربار میں بہر سزا
تاکہ اس کو اپنی گستاخی کا مل جائے مزا

دوسروں کو تا کہ ان باتوں کی جرءت نہو
ایسے دیوانوں کی پھر تقلید کی ہمت نہو

گوش زد شاہ مدینہ کے ہوئی جب یہ خبر
تھے لب اقدس پہ یہ الفاظ جاری سر بسر

میرے خط کا حال جو مغرور خسرو نے کیا
سلطنت کی اسکی کیفیت یہی تم دیکھنا

چشم عبرت سے یہ شان کبریائی دیکھئے
گردش قسمت کے ہاتھوں کی صفائی دیکھئے

خسرو پرویز جسکا بول بالا تھا کبھی
جسکے عکس رخ سے محفل میں اجالا تھا کبھی

جسکے قدموں سے زمین ایشیا پامال تھی
مال و دولت سے حکومت جسکی مالا مال تھی

فوج انجم سے بھی افزوں جسکے تھے خیل و حشم
جسکے آگے تھے سلاطین کے سر تسلیم خم

بادۂ نخوت سے جو شام و سحر سرشار تھا
محو جسکے دل سے نقش عظمت قہار تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے اس کا گیا تختہ پلٹ
بات کرتے کرتے گویا ہو گئی کایا پلٹ

ہاتھ اپنی جان شیریں سے اسے دھونا پڑا
موت جب آئی تو عیش سلطنت کھونا پڑا

بیوفائی کی پسر نے اپنے دلمیں ٹھان لی
مکر سے حیلے سے آخر پدر کی جان لی

باپ کے مرنے پر بیٹا خود سریر آرا ہوا
دلمیں سمجھا تھا کہ یہ میدان ہی مارا ہوا

اسپہ در پردہ مگر تقدیر تھی خندہ زناں
باپ کو مارا لیکن نہ اس کو بھی اماں

تھی ہوس جسکی وہ آخر سلطنت جاتی رہی
روح رخصت ہو گئی تن سے سکت جاتی رہی

ملک خسرو میں ہوا سکہ رواں اغیار کا
ہو گیا ارشاد پورا احمد مختار کا

ٹکڑے ٹکڑے سلطنت فارس کی بیش و کم ہوئی
شکل صوبوں کی بنی ملک عرب میں ضم ہوئی

سید محمد فاروق (شاہپوری)

جھوٹے خلیفوں سے بچو

یہ سنت اللہ ہے کہ جب کوئی سلسلہ حقہ قایم ہوتا ہے تو اس کی ابتدا سخت ابتلاؤں اور مشکلات سے ہوتی ہے۔ ہر طرف سے اہل حدا اسکی مخالفت کے لئے اٹھتے ہیں۔ اور ہر ناپاک دل و دماغ کا انسان جو شیطانی تسلط اور تصرف کے نیچے ہوتا ہے اپنے ہتھیار لیکر اس کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے۔ ان عسر کی گھڑیوں میں اللہ تعالے اسکی کامیابی اور برومندی کی بشارتیں دیتا ہے۔ جو مخالفین کے لئے محض ہنسی کا سامان اور مومنین کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوتی ہے۔ اس کلیہ اور قاعدہ سے سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی مستثنیٰ نہیں۔ اس کی ابتدا جن مشکلات سے ہوئی وہ دنیا جانتی ہے۔ مخالفت کے بادل کس زور شور سے اس پر گرج رہے تھے۔ اور بد اندیش مخالف کن کن ڈھنگوں میں اسے تباہ کرنا چاہتے تھے۔ مگر آخر خدائی باتیں پوری ہوئیں اور

خدا کا مامور جری اللہ فی حلل الانبیاء

پوری شوکت اور قوت کیساتھ آگے بڑھتا گیا۔ یہانتک کہ وہ چار لاکھ سے زیادہ نفوس کا امام ایک عظیم الشان اور حیرت انگیز تبدیلی کرنیوالا ٹھہرا +

دوسرا مرحلہ سلسلۂ حقہ کیلئے مشکلات کا وہ ہوتا ہے

جب وہ مامور من اللہ جو اس سلسلہ کا بانی اور امام ہوتا ہے اس دنیا سے اٹھتا ہے۔ اس وقت شیطان چاہتا ہے کہ بیتوں کو پراگندہ کرے۔ مگر خدا تعالے اپنی نصرت اور سکینت کے فرشتوں کو نازل کرتا ہے اور اپنی چمکار دکھاتا ہے اور اس سلسلہ کے شیرازہ کو ہر قسم کی آفت اور تباہی سے بچا لیتا ہے۔ یہاں بھی ہمنے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال سے پہلے ہی مخالفین کہتے اور لکھتے تھے کہ اس سلسلہ کا خاتمہ

اس پاک وجود کے ساتھ ہی

ان آنکھ کے اندھوں کی نظر ایک شخصیت سے پرے نہیں جا سکتی تھی۔ وہ یہی کہتے تھے کہ یہ شخصی تجاویز اور منصوبوں کا نتیجہ ہے۔ فی الواقعہ اگر شخصی تجاویز پر ہی کوئی سلسلہ چل رہا ہو تو اس شخصیت کیساتھ ہی اس کو فنا ہونا چاہیئے۔ مگر جو سلسلہ حی و قیوم خدا نے قائم کیا ہو اس پر

فنا کا ہاتھ چل نہیں سکتا!

اللہ تعالے نے دکھا دیا کہ جب سلسلہ احمدیہ کا بانی اور امام مرفوع ہوا۔ اس سے پیشتر کہ اسکا جسم مبارک پیوند خاک ہو۔ اسی کا منتخب۔ اور خلیل اللہ تعالے نے اس کا قایم مقام کھڑا کر دیا۔ اور

نور الدین احمدؓ آگے بڑھا!

اور اس نے اس نازک بوجھ کو باوجود پیرانہ سالی کے نہایت قوت اور شجاعت اور ایمانی حرارت کے ساتھ اٹھا لیا خدا تعالے نے تسلی اور اطمینان کے ملائکہ اس پر نازل کر دیئے۔ اور اس وقت جو کہ خوف و خطرہ کے بادل سے گھرا ہوا تھا اور جبکہ دشمن کی آنکھ شوق سے نظارہ کرتی تھی۔ وہ معاً نصرت کی تیز ہواؤں کے ساتھ پاش پاش ہو جانے سے صاف ہو گیا اور خلافت کا چاند اپنی پوری روشنی کے ساتھ جلوہ گر ہوا۔ اور مسیح و مہدیؑ کے نائب کا

دور خلافت شروع ہو گیا

اور وہ خوف امن سے تبدیل ہو گیا۔ لیکن ابھی ابتلاؤں کا جدید سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ کیونکہ مامور من اللہ کی وفات پر پہلا خوف تو قوم کے منتشر ہو جانے کا ہوتا ہے۔ اسے اللہ تعالے ایک خلیفہ کے ذریعہ دور کر دیتا ہے۔ پھر ایک نیا سلسلہ مختلف قسم کے ابتلاؤں اور خوفوں کا ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالے اس خلیفہ کی نصرت اور تائید کے نشانات دکھانا مقصود رکھتا ہے کیونکہ اس کے کمالات اور ہمت بلند۔ اور استقلال اور قوت جاذبہ کا پتہ نہیں لگ سکتا جب تک اس پر جدید ابتلا نہ آئیں۔ یہی سر ہے کہ خدا کے مامور و مرسل کے ساتھ جو وعدے ہوتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے اس کے جانشینوں کے ہاتھ پر پورے ہوتے ہی رہتے ہیں

انکی مخفی قوتوں اور کمالات کا اظہار ہو

غرض نور الدین احمدؓ کی خلافت میں بعض عجیب عجیب ابتلا آئے۔ مخالفوں کی مخالفت ایک طرف۔ خود اندر سے بعض امور ایسے پیدا ہو گئے جو نہایت دہشت ناک تھے۔ اور یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ بعض دل ایسی باتوں کے اظہار سے بگڑ جاتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ شاید اس سے سلسلہ کی بدنامی ہو۔ مگر مجھے نہایت درد دل سے کہنا پڑتا ہے کہ جب وہ تاریخ میں پڑھتے اور دوسروں کو بتلاتے ہیں کہ صدیق اکبرؓ کے وقت میں ارتداد ہو گیا۔ اور آپ کو منکرین زکوٰۃ سے جنگ کرنا پڑا۔ تو انہیں شرم نہیں آتی کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ کو اس طرح بدنام کرتے ہیں۔ نہیں یہ غلطی محض ایک وہم ہے اس سے سلسلہ کی بدنامی ہرگز نہیں بلکہ یہ تو

ایک اظہار اعجاز ہے

جب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بڑی شدید مخالفت ہوئی۔ اور ان کی راہ میں بڑے بڑے مشکلات آئے تو اس بیان سے ہماری یہ غرض نہیں ہوتی کہ نعوذ باللہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ہتک کرتے ہیں۔ بلکہ ہم بتلاتے ہیں کہ اس قدر مخالفتوں کے درمیان سے جو شخص عزت و احترام کے ساتھ نصرت اور فتحمندی کا پھریرا اڑاتا ہوا نکلتا ہے وہ

معمولی انسان نہیں بلکہ مؤید من اللہ ہے

اسی طرح پر حضرت خلیفۃ المسیح کے لئے بیرونی حملوں اور مخالفتوں کے ساتھ جو اس سلسلہ حقہ کیلئے اس کی پیدائش کے دن سے ہو رہی ہیں۔ بعض اندرونی ابتلا بھی پیش آ گئے۔ اور وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے تھے وہ ابتلا معمولی ابتلا نہیں تھے بلکہ:۔

سلسلہ کی زندگی اور موت کی ابتلا تھے

مگر اللہ تعالے نے محض اپنی تائید سے دکھا دیا کہ نور الدین [illegible] خدا کا بنایا ہوا خلیفہ ہے۔ کیونکہ اگر وہ انسانی تجویز اور تدابیر کا نتیجہ ہوتا تو اسقدر طویل اور منصور نہ ہوتا۔ وہ ان مشکلات پر

فتحمند جرنیل کیطرح غالب آیا

اللہ تعالے نے اس سلسلہ کو ہر قسم کے انتشار اور تفرقہ سے بچایا اور بار دیگر تمکین خلافت تبدیل خوف بالامن کا نظارہ ہمنے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ ابتلا اسکی زندگی کے ساتھ مختلف رنگوں میں ظاہر ہوتے رہیں گے۔ تاکہ اسکی مخفی قوتیں اور کمالات دنیا پر ظاہر ہو جاویں۔ انہیں ابتلاؤں میں ایک سلسلہ ایسے لوگوں کا وجود بھی ہے۔ جو اپنی دماغی کمزوریوں کیوجہ سے کبھی کبھی خود خلیفۃ المسیح ہونے بیعت ارشاد لینے کے حقدار ہونے کے مدعی ہو جاتے ہیں۔ اسی خطرہ سے مجھے قوم کو آگاہ کرنا ہے کیونکہ میرا بحیثیت خادم قوم یہ فرض ہے کہ ہر ایک ایسے امر سے آگاہ کرتا رہوں جو کسی وقت موجب نقصان ہو سکتا ہے۔ بعض لوگوں نے جیسا کہ ابھی ذکر کیا ہے اپنی دماغی کمزوری کی وجہ سے اور بعض نے محض دنیاوی اغراض کیوجہ سے اس قسم کے دعوے کئے ہیں کہ وہ صاحب الہام ہیں یا انہیں کسی زمانہ قدیم میں حضرت نے بیعت لینے کی اجازت دی۔ اسی لئے وہ حضرت کے نام پر اب بیعت لے سکتے ہیں ایسے دعاوی محض باطل اور مغالطہ دہ ہیں۔

ایک وقت میں ایک خلیفہ ہو سکتا ہے

اسلام نے یہی سکھایا ہے۔ اسلام وحدت قایم کرنا چاہتا ہے۔ وہ انتشار اور تفریق کی حامی نہیں۔ جبکہ خدا تعالے نے اپنی تائید اور نصرت کے ساتھ ایک امر کے لئے کھڑا کر دیا۔ اور قوم کو اس

ہاتھ پر اکٹھا کر دیا۔ اب اسکے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص

مدعی حق نہیں ہے

جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں اگر کوئی شخص کہتا کہ میں مہدی اور مسیح ہوں تو یقیناً اسے کاذب کہتے اور وہ یقیناً ہلاک ہو جاتا۔ اور بعض ہوئے۔ اسی طرح اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے نور الدین احمد کی خلافت کو صدیقی خلافت کے ہمرنگ ثابت کر دیا۔ اور اس میعاد حقہ سے بھی اسے بڑھا دیا تو کوئی شخص اگر اس قسم کا دعوے کرتا

تو وہ جھوٹا ہے

ایسے لوگوں سے محترز رہنا چاہیئے۔ اور ان کے لئے دعا کرو کہ وہ واجب الرحم ہیں۔ لاہور کے پاگلخانے میں یہی خود ایک شخص کو دیکھا تھا۔ جو دلیپ سنگھ آنجہانی ہونیکا مدعی تھا اسی طرح بعض لوگ اپنی دماغی کمزوریوں کیوجہ سے ایسے دعوے کر اٹھتے ہیں۔ خلافت حقہ کے ساتھ ایسے مدعیوں کا ہونا ایک ضروری امر ہے پس ہمارے دوستوں کو ہشیار رہنا چاہیئے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ انہیں گمراہ کرے۔ اور وہ کسی کی مسکین صورت اور لاف زنیوں کیوجہ سے حق سے دور جا پڑیں۔ جیسے اس چودھویں صدی میں آسمان کے نیچے ہدایت کی گئی

مہدی اور مسیح موعود کے نام کی سوا دوسرا نہیں دیا گیا

اس کے بعد مسیح اور مہدی کے ذریعہ نجات کا دروازہ ایک ہی خلیفہ برحق ہو سکتا ہے

دوسرا نام نہیں جو دیا گیا ہو

پس ایسے آدمی جو آپ کو بیعت لینے کا مجاز ظاہر کرتے ہیں۔ وہ کوشش اس دعوے پر سراسر جھوٹے اور ناقابل التفات ہیں۔ اگر وہ الہام کے بھی مدعی ہوں تو بھی قابل التفات نہیں یہ بھی ایک ابتلاء ہے جو بعض لوگوں کو آجاتا ہے۔ اس پر مفصل لکھنے کا خدا کے فضل سے ارادہ ہے۔ کیا عبد الحکیم کو الہام ہوتے تھے؟ کیا عباس علی جو مسیح موعود کا ایک پہلا خدمتگذار نہ تھا؟ یہ باتیں ہیں۔ جو شخص خلافت کے خلاف کوئی بنیا جتھہ کھڑا کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اسے فاسق قرار دیا ہے جب خدا تعالیٰ نے ایک کو ہم میں سے چن لیا ہے اور اسے کھڑا کر دیا اب دوسرا کون ہے جو اس کے مقابلہ میں اٹھے ایسے لوگوں کو بڑی جرأت کیساتھ ڈانٹ دینا چاہیئے۔ تاکہ انکا فتنہ آگے نہ بڑھے بعض کمزور طبیعت کے لوگ ایک ٹھوکر کھاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح کیوں کوئی فیصلہ نہیں کر دیتے؟

وہ نہیں جانتے کہ خلافت کو ایسے فیصلوں کی حاجت نہیں ہوتی۔ یہ ہمارا اپنا کام ہوتا ہے کہ جب ہم ایک ہاتھ پر اکٹھے ہو چکے ہیں۔ پھر اگر کوئی ہمیں بہکاتا ہے۔ تو اسکو شیطانی تحریک سمجھ کر لاحول پڑھتے ہوئے اس سے الگ ہو جاویں۔

انہیں خود جرأت سے کام لینا چاہیئے اور لوگوں کو ایسے منصوبہ باز آدمیوں سے بچانا چاہیئے۔ ان کی حقیقت کو کھول دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ برقع جو ان کے چہرہ پر پڑا ہوا ہے اٹھ جاوے اور ان کی شکل و صورت نظر آجاوے میں اپنے ایمان کی بات کہتا ہوں کہ میں ایسے لوگوں کو مفسد فی الارض یقین کرتا ہوں۔ اور انہیں تقوےٰ کی راہوں سے دور سمجھتا ہوں۔ اگر ان میں اتقا اور خشیت اللہ ہو تو وہ کبھی اس قسم کی باتیں نہ کریں جبکہ خدا کا قائم کردہ

خلیفہ موجود ہے۔

پس اے دوستو! تمہارے لئے یہ ابتلا ہے اس سے بچو اور بچنے کیلئے خدا سے دعا کرو۔ ایسے لوگ اگر اپنی چالاکیوں سے باز نہ آئے۔ تو ایڈیٹر الحکم انشاء اللہ العزیز انکی پوری حقیقت کو کھول دیگا۔ اس لئے کہ وہ پسند نہیں کرتا کہ قوم ایک مغالطہ میں رہے۔

پس کبھی ایسی باتوں سے دھوکا نہ کھاؤ۔ بہت سے لوگ بھیڑوں کے لباس میں بھیڑیئے بن کر تمہیں کھا جانا چاہتے ہیں۔ مومن ہوشیار ہوتا ہے اس لئے مستعد اور ہوشیار رہو۔

ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کیلئے کافی ہوتا ہے! اور انہیں ذلیل کر دیتا ہے۔ مگر ہمارا اس کی یہی راہ ہے کہ ہم خود انہیں منہ نہ لگائیں اور ان کی چالوں میں آکر اپنے مال اور ایمان کا نقصان نہ کریں۔ خدا ہی کے فضل سے وہ فراست اور نور ملتا ہے جسکے ذریعہ انسان دوستوں اور دشمنوں میں تمیز کر لیتا ہے

خدا سے اس نور اور فراست کو مانگو!

درخواست نکاح

ایک شخص جو معماری کا کام کرتا ہے۔ اور پچیس تیس روپیہ ماہوار کماتا ہے۔ ۳۰ سال عمر کا ہے۔ وہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ خواہ بیوہ ہو یا باکرہ۔

جو صاحب چاہیں دفتر الحکم سے خط و کتابت کریں!

ایوان خلافت

بہت دنوں سے میں اپنے ناظرین کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے دربار میں نہیں لے گیا۔ میں خدا کے فضل و توفیق سے پھر اس سلسلہ کو شروع کرتا ہوں۔

آپ کی صحت

حضرت امیر المومنین کی صحت اب بہت اچھی ہے زخم کے متعلق کوئی یقینی رائے تو میں نہیں دے سکتا ظاہری حالت کے لحاظ سے اب اسے اچھا ہی کہنا چاہیئے آپ نے درس تدریس کا سلسلہ تو عرصہ سے جاری کر رکھا ہے بعد نماز فجر قرآن شریف کا درس بھی دینے لگے ہیں۔

توکل علی اللہ

آپ کے توکل علی اللہ کے بہت سے واقعات لکھے گئے ہیں۔ مگر جسقدر بھی ملتے جاویں وہ ایمان ہی کے بڑھانیوالے ہیں۔ ایک دوست بالی ابتلاء میں تھا اس کے متعلق میں نے آپ کو توجہ دلائی فرمایا میں تو روپیہ رکھتا ہی نہیں اور مجھے رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ میرا مولا میری ضرورتوں کا آپ کفیل ہے۔ جب ضرورت مجھے پیدا ہوتی ہے پہلے وہ روپیہ بھیجدیتا ہے۔ کسی اور کو دینے کی مجھے ضرورت ہی نہیں۔ نہیں تو مولا کریم ہی پر چک کر دیتا ہوں۔ اور کسی کو میں نہیں کہتا۔ ہاں دعا کر سکتا ہوں۔

آپ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مخلوق سے کسقدر استغنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر کسقدر ایمان پھر دعا پر بھی بڑا ایمان ہے۔ دعا کے ذریعہ جو انقلابات ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے تجربہ کی بنا پر خوب جانتے ہیں۔

آپ کی زندگی کے چند عجائبات

میری عادت میں داخل ہے کہ میں جب کوئی موقعہ پاتا ہوں تو بعض باتیں ایسی پوچھ لیتا ہوں۔ جو دوسروں کے نزدیک شاید خلاف ادب ہوں۔ مگر میں اپنے مذاق پر پوچھ ہی لیتا ہوں۔ ایک دن مجھے موقعہ ملا۔ اور میں نے چند سوال کئے۔

ایڈیٹر الحکم۔ کیا حضور نے کبھی حضرت صاحب سے کوئی دعا کرائی ہے یا دعا کیلئے کہا؟

حضرت امیر المومنین نے فرمایا۔ میں نے کبھی بھی حضرت کی خدمت میں دعا کیلئے عرض نہیں کیا۔ صرف

ایک مرتبہ میں نے ایک خط حضرت کو لکھا تھا اس میں میری ایک درخواست دعا کی ہے وہ دیکھ کر تمہیں معلوم ہو جائیگا

ناظرین! میں اس معمہ کو حل کرنے کیلئے اس دعا کو یہاں ضروری لکھنا چاہتا ہوں۔ اسی کو پڑھکر آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ حضرت امیر المومنین کی غرض و غایت اور محبوب ترین شے دنیا میں کیا ہے؟ کسی انسان کی زندگی کے حالات کا پتہ لگانے کیلئے اس کی دعائیں نہایت عمدہ ذریعہ ہیں اور اسی بنا پر میں نے اپنی بعض ان تقریروں میں جو مخالفین اسلام سے بطریق تبادلہ خیالات ہوئیں۔ اسی امر کو بڑے زور سے پیش کیا ہے اور اس کو ایک عظیم الشان حربہ فتح اسلام کا سمجھتا ہوں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی اور پاکیزہ فطرت کے ثبوت میں آپ کی دعائیں نہایت قیمتی ماخذ ہیں۔ دعاؤں کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ اور اس کے مخفی در مخفی ارادوں اور جذبات کی وہ کلید ہیں پس اگر ہمارے دوست نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں پر غور کریں تو انہیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص محبت اور انس پیدا ہو جائیگا۔ اور آپ کی شان بلند اور بھی بڑھی ہوئی نظر آئے گی۔ غرض کسی شخص کی دعائیں اس کی زندگی کے حالات اور سیرۃ کا راز سربستہ ہیں۔ اسی خیال پر میں نے یہ سوال کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود سے آپنے کیا دعا کرائی؟ اور آپ کیا دعا کرتے رہے ہیں۔ وہ خط جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ نے لکھا یہ ہے

حضرت امیر المومنین کا مکتوب

مولٰینا مرشدنا امامنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عالی جناب سلمہ! میری دعا یہ ہے

کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا ہے وہ مطالب حاصل کروں!

اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفا دیدوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کیطرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں **میں آپکی راہ میں قربان ہوں میرا جو کچھ ہے میرا نہیں آپکا ہے حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جاوے تو میں مراد کو پہونچگیا۔** اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ میں یہ ادنےٰ خدمت بجا لاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کردہ اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈالدیا جاوے پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے۔ اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کیلئے طیار ہوں

دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو"

اس مکتوب پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو ریمارک فرمایا ہے وہ یہ ہے۔ کہ مولوی صاحب ممدوح کا صدق اور ہمت اور ان کی غمخواری اور جاں نثاری جیسے ان کے قال سے ظاہر ہے اس سے بڑھکر ان کے حال سے انکی مخلصانہ خدمتوں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ محبت اور اخلاص کے جذبہ کامل سے چاہتے ہیں کہ سب کچھ یہاں تک کہ اپنے عیال کی زندگی بسر کرنے کی ضروری چیزیں بھی اس راہ میں فدا کر دیں۔ **ان کی روح محبت کو جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے!** اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں"!

میری غرض اس مکتوب سے حضرت امیر المومنین کی دعا کا پتہ لگانا ہے جس سے معلوم ہوگا۔ کہ آپ کیا چاہتے تھے؟

ناظرین الحکم معلوم کریں گے کہ خود جس امر کیلئے اس وقت آپ دعا کرتے تھے وہ یہ تھا کہ

ہر وقت حضرت کی خدمت میں رہیں اور امام زمان سے وہ غرض حاصل کریں جو انکی بعثت کی ہے

اور امام زمان سے جو دعا کرائی وہ یہ ہے کہ

دعا فرماویں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو

ان دونوں امروں پر غور کرو۔ امر اوّل میں جو دعا کی گئی تھی وہ کیسی قبول ہوئی۔ کہ آپ کو حضرت کی صحبت میں رہنے کا ایسا موقعہ ملا کہ اس وقت تک کہ حضرت کا وصال ہؤا۔ آپ الگ نہیں ہوئے۔ اس دعا کا جزو اول پورا ہوگیا۔ تو دوسرا جزو بھی یقیناً پورا ہؤا۔ کہ آپ نے اس مطلب کو پالیا جو آپ کی بعثت کا تھا۔ اور اگر اس مطلب کو حاصل نہ کرتے تو نا ممکن تھا کہ اس کے رنگ میں اس قدر رنگین ہوتے کہ آپ کے بعد اس کے قایم مقام ہوتے۔

حضرت مسیح موعود سے جو دعا کرائی اس میں کوئی دنیوی غرض اور مقصد نہیں وہ اس امر کی دعا ہے کہ موت صدیقوں کی موت ہو کیا مطلب کہ آپ مقام صدیقیت پر کھڑے ہو جاویں اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ کو صدق سے کس قدر پیار ہے۔

حضرت مسیح موعود نے ایک مرتبہ انعمت علیہم کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ منعم علیہ گروہ میں سے ایک درجہ صدیق کا ہوتا ہے اور جب انسان صدیق کے مقام پر ہوتا ہے تو چونکہ اصدق الصادقین اللہ تعالےٰ کی ذات ہے اس کے کلام سے اس کو محبت خاص اور انس پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اسکے حقایق و معارف اس پر کھلتے ہیں۔

اب ہم عملی زندگی میں حضرت خلیفۃ المسیح کی حالت کو دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید سے کس قدر محبت ہے۔ قرآن کریم ہی آپ کو غذا ہے اسی سے اور اسی میں آپ زندہ رہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ صدیق کے مقام پر انسان قرآن مجید کے حقایق اور معارف کا واقف اور صادقوں کا رفیق ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کونوا مع الصادقین۔ یہ دعا بھی قبول ہوگئی کیونکہ اس کے آثار ظاہر ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے عملی رنگ میں آپ کو صدیق اکبر کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ جسطرح پر حضرت صدیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد امت احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاسبان مقرر ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپ کی جماعت کا لیڈر اور امام آپ ہی کو ٹھیرایا۔

درخواست جنازہ غائب

منشی فضل حق صاحب ساکن پٹیالہ کے ایک صاحبزادہ کا انتقال ہو گیا ہے

احباب سے جنازہ غائب کی درخواست کرتے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح کا دوسرا خطبہ بعد علالت

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اسقدر رجوش حضرت امیر المومنین کے دل میں ہے کہ باوجود اسقدر شدید گرمی اور ضعف کے آپ ۲۶ مئی کے جمعہ میں پھر جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور حسب ذیل خطبہ پڑھا۔ (ایڈیٹر)

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الآیۃ الی اولٰئک ھم المتقون ۰

انسان پر جناب الٰہی نے بڑے بڑے کرم غریب نوازیاں اور رحم کئے ہیں۔ اس کے سر سے لیکر پاؤں تک اسقدر ضرورتیں ہیں کہ یہ شمار نہیں کر سکتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور غریب نوازیوں کا مطالعہ کرو تو کیا گن سکتے ہو؟ ایک بال جو انکا سفید ہو جاتا تو گھبرا اٹھتا ہے اور حجام کو بلا کر نوچ ڈالتا ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیسی نعمت ہے۔ پھر کھانے پینے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کھانا جو غریب سے غریب آدمی کے سامنے بھی جو آتا ہے تو دیکھو کہ وہ پانی۔ غلہ۔ نمک کہاں کہاں سے آیا ہم اور اگر دال گوشت چاول بھی میسر آجاوے تو دیکھو کہاں کہاں کی نعمت ہے۔ اور ہر ایک کا جدا جدا مزا ہے پھر ہوا۔ روشنی وغیرہ کوئی ایک نعمت ہو تو اسکا شمار اور ذکر ہو کسی نے مختصر ترجمہ کیا ہے:

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

سورج۔ چاند کو دیکھتے ہیں۔ بادل اور ہوا کو دیکھتے ہیں یہ سب تیری زندگی کے فکر میں ہیں۔ پھر جسکا نمک کھایا ہو اور حکم نہ مانے تو یہ نمک حرامی ہوگی یا کچھ اور؟ کوئی کسی کا نوکر ہو اگر وہ آقا کی فرمانبرداری نہیں کرتا تو وہ نمک حرام کہلاتا ہے پھر کسقدر افسوس ہے انسان پر کہ اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا اور اکرام کیا اس پر بھول اور وہ غفلت کی زندگی بسر کرے۔ دو قسم کے لوگ دنیا میں ہیں۔ ایک کامیاب ہوتے ہیں۔ فاتح اور ملکوں کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ صحابہ پر بھی وہ وقت آیا اسلئے فرمایا لیس البر الخ۔ آجکل جو مشرق و مغرب کیطرف منہ کرکے ہوا میں توجہ کرتے ہو جناب الٰہی دستگیر رہا ہے اور خدا کی توجہ بھی اسی طرف ہے پس یاد رکھو ہمالکی جہاں میں آرام پاتے ہو اگر وہ باتیں جو ہم بیان کرتے ہیں۔ تو تمہارا فاتح ہونا اور مالدار ہونا کچھ کام نہیں آئیگا ولکن البر الآیۃ۔ نیک تو وہ شخص ہے یا نیکی تو اس شخص کی ہے جسکا اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو۔ ایمان کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اسکی کامل صفات کو مان لینا۔ پھر جب انسان کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جاتا ہے اور اپنے آپ کو اسی کے قبضہ قدرت میں یقین کرتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اسی کا ہو جاتا ہے۔ من کان للہ کان اللہ لہ کسی چیز پر ایمان وہ بری ہو یا بھلی۔ اس کی پہچان کیا ہے؟ بھلی چیز پر ایمان ہو۔ تو اس کے لینے میں مضائقہ نہیں کرتا۔ مثلاً کھانا آتا ہے اور بھوک ہو تو اس کے لینے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ لیکن اگر بجائے کھانے کے آگ سامنے رکھدی جاوے تو پھر چند بھوک ہو مگر چونکہ جانتا ہے کہ یہ آگ ہے۔ ہاتھ اسکی طرف اٹھتا ہی نہیں میرے جیسی فطرت تو آگ کو تاپنا بھی پسند نہیں کرتی۔ بارہا میں نے سنا ہے۔ کہ اگر بارہ خچر اونٹ کی قطار ہو تو ایک لڑکا بھی انکی نکیل پکڑ کر لئے جاتا ہے لیکن اگر اسے کنوئیں میں دھکیلنا چاہو تو یا خچر آدمی بھی ایک اونٹ کو پکڑ کر کھینچیں تو وہ آگے نہیں بڑھتا۔ پس اسی طرح اگر انسان کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیسی قادر۔ رحیم۔ علیم۔ خبیر۔ رب۔ رحمان۔ رحیم۔ اور مالک یوم الدین اور وہ شہنشاہ احکم الحاکمین ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہر وقت یہ خواہش ہو کہ اسے راضی کیا جاوے پھر اس نے اپنے رسولوں کی معرفت بتا دیا ہے وہ کسی بدی پر راضی نہیں ہم سمجھ ہی نہیں سکتا کہ ایک شخص ایمان حقیقی رکھکر سب نبیوں کی مشترکہ تعلیم کے خلاف ورزی کیوں کرتا ہے؟ کیا کسی نبی کی تعلیم ہے کہ جھوٹ بولیں دنیا کے حریص ہوں کاہل اور سست بن جاویں۔ مرہو کہ دیں حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو جاویں شریر اور بدمعاشوں سے تعلق پیدا کریں خدا تعالیٰ اس کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ اور ان تمام بدیوں سے بچنے کی ایک ہی راہ ہے کہ اللہ پر ایمان ہو۔ پس جو شخص من امن باللہ کا مصداق ہو وہ تمام نیکیوں کا گرویدہ اور بدیوں کا ناپسند کرنے والا ہوگا۔ اگر یہ چیز سمجھ نہیں آتی تو ایک اور راہ ہے جس پر چلکر انسان بدیوں سے بچ سکتا ہے والیوم الآخر یوم آخرۃ پر ایمان ہو کہ بدیوں کی سزا ملیگی اور نیکیوں کا بدلہ نیک ملیگا۔ اگر انسان جزائے اعمال کو مانتا ہو اور اسے ایمان ہو تو وہ بدیوں سے بچ جاتا ہے۔ ایک شریف الطبع انسان کو کبھی کہ دو روپیہ دیتے ہیں بازار میں تم جوتے لگا لینے دو۔ وہ کبھی پسند نہیں کریگا پھر یوم آخرۃ میں کب کوئی گوارا کر سکتا ہے پس اس پر ایمان آکر بدی نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک نوکر اپنے فرض منصبی میں سستی کر کے تنخواہ پا سکتا ہے ایک اہل حرفہ دہوکہ دیکر قیمت وصول کر سکتا ہے ایک شخص دوست کو دہوکہ دیکر آزادی مگت کرا سکتا ہے۔ یہ ممکن ہے لیکن اگر آخرت پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جاکر ان اعمال کی جوابدہی کرنا ہو تو ایسا عاقبت اندیش بدی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ ایک زمیندار جو قلاقند کھاتا ہے اور رباب کو کہتا ہے کہ سب منع کرتے ہیں یا کالی پی ہے۔ وہ سوچ لے کہ اسکا انجام کیا ہوگا؟ ایسا ہی جو زمیندار اپنے انتہائے نفس کے خواہشات کی تحریک دیتا ہے اسکا نتیجہ لازمی ہے کہ آنکھ کے سر یہ خراب ہو جاوے ہر ایک کام کے انجام کو سوچو پھر نیکی کی تحریک کیلئے ملائکہ بڑی نعمت ہیں وہ انسان کے دل میں نیکی تحریک کرتے ہیں۔ مگر کوئی ان کے کہنے کو مان لے تو اس طبقہ جو ملائکہ ہیں وہ ان کے دوست ہو جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا نحن اولیاءکم فی الحیاۃ الدنیا ایسی پاک مخلوق کی دوستی سوا کیا خواہش ہو سکتی ہے؟ پھر ایمان بالکتب ہو اللہ کے فرمان اور حکمنامہ سے بڑھ کر کیا حکمنامہ ہوگا۔ بہت انسان ہیں جنکی بابت لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ قانون قاعدہ اور تجربہ کے خلاف ہے۔ یہاں کی کیسی نصیحت ملتی ہے کہ جب قوم۔ برادری اور ملکی قوانین کی خلاف ورزی اچھے نتائج پیدا نہیں کرتی۔ تو اللہ تعالیٰ کی کتاب اسکے قوانین اور قواعد کے خلاف کر کے انسان کب سرخرو ہو سکتا ہے؟ یہ تمام امور انسانی عقاید کے متعلق ہیں۔ جب عقاید کی اصلاح ہو جاوے تو انسان کی عملی حالت پر اسکا اثر پڑتا ہے۔ فرمایا واٰتی المال علیٰ حبہ۔ مال کو دے گو اس کو محبت ہے یا خدا کی محبت کیلئے۔ رشتہ داروں کو جو رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا بڑے بہادروں اور پاک بندوں کا کام ہے کیونکہ شرکاء کی عمی ناطہ رشتہ اور سلوک بر سلوک میں رنج پیدا ہو جاتا ہے پھر بہت سی مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں اسواسطے انسے سلوک بڑا بھاری کام ہے۔ پھر یتامیٰ سے سلوک کرو۔ مساکین جو بے دست و پا ہیں ان کی خبرگیری کرے۔ ایک جلد ساز ہو اسکے پاس تراش نہیں یا اور ضروری سامان نہیں۔ موچی کے پاس چمڑا نہیں لوہار کے پاس ہتھوڑا نہیں یہ سب مساکین میں داخل ہیں وابن السبیل۔ مسافروں کو دو۔ پھر سائلین کو دو۔ کیا خبر ہے انکے پاس ہو یا نہیں تم انہیں دو۔ وفی الرقاب غلاموں کے آزاد کرنے میں خرچ کرو۔ دیوانی کے مقدمات میں قیدی ہو جاتے ہیں۔ انکو چھڑانے میں خرچ کرو۔

اسکے بعد اقام الصلوٰۃ اور اٰتی الزکوٰۃ ہے نماز مومن کا معراج ہے نماز اللہ کی تسبیح و تحمید ہے اللہ کے حضور دعا ہے اسکے حضور جھککر عرض کرتا ہے اپنے محسن مربی خصوصاً خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع کیلئے دعا ہے پھر زکوٰۃ ہے پھر وہ جو اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں پہلا اقرار تو قالوا بلیٰ میں ہوا ہے جب اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتا ہے تو چوری کیوں کرتا ہے؟ بدذاتی کیوں کرتا ہے جب آپ پھر مسلمان کہلا کر اسلام کے دعوے سے تمام نیکیوں کا اقرار کرتا ہے والبأساء انسان کو بیماری میں مشکلات آتے ہیں۔ مجھ پر جو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا ہے مجھے تو پتہ ہی نہیں لگا گویا سویا ہوا تھا بیدار ہو گیا۔ مومن ہو نیک مرد ہی ہیں۔ جو بیماری غریبی میں ناراض نہیں ہوتے۔ مقدمات میں سچائی کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ یہی لوگ راستباز اور متقی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں متقی کرے جسقدر مجلس میں بیٹھے ہیں خدا ان سے راضی ہو۔ اور ناراضگی نہ ہو تمہارا خدا تعالیٰ سے راضی ہو اور وہ دستگیری کرے۔ کبھی اسکا شکوہ نہ کرو۔

دوسرا خطبہ

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان انصاف کرو یہ اللہ کا حکم ہے دیکھو اگر تم کسی کو نہ بیچو اور وہ دہوکہ دیکر لے کیا تم پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہارے ساتھ دہوکہ کرے تم کسی کو ملازم رکھو اور وہ سستی سے کام کرے کیا تم پسند کرتے ہو؟ اگر نہیں تو پھر تم دوسروں کیساتھ کیوں بدی کرتے ہو جب تم نے دیکھا ہے سردی کا موسم ہے اور سرد ہوا چل رہی ہے بوندا باندی ہو رہی ہے ملک مزدور جو کیدار رکھتا ہے جیندار ہوشیار وہ باہر پھرتا ہے پھر کتنے افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ وہ چند پیسوں کیلئے اتنا محتاط اور اپنے فرض کو ادا کرتا ہو اور ہم خدا کے بے انتہا فضلوں کو لیکر بھی تہجد کیلئے نہ اٹھیں پھر کوئی تمہیں گالی دے بہتان باندھے تو تم پسند نہیں کرتے ہو پھر دوسروں پر کیوں بہتان باندھیں۔ دوسروں کے گھر کی فحش باتیں کیوں سنتے ہو۔ پھر ایتاء ذی القربیٰ۔ بھائی ہے بہن ہے۔ چچا ہے ماں باپ اور بیوی کے رشتہ دار وینہیٰ عن الفحشاء جو بدیاں تمہاری ذات میں ہیں یا دوسروں پر اثر کرتی ہیں انسے رکو۔ پھر بغاوت سے منع کیا بادشاہوں اور حکام کی مخالفت نہ کرو۔ یہ باتیں کیوں سکھاتا ہے

اشاعت بائیبل اور اُس سے سبق

انجیل کا موجودہ مستند ترجمہ آج سے تین سو سال قبل شایع کیا گیا تھا حال ہی بمقام لنڈن اس اشاعت کی

صد سالہ سالگرہ نہایت دھوم دھام سے منائی گئی - اس کے متعلق یہ دریافت کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ انگلستان کی سرکاری بائیبل سوسائٹی نے گزشتہ سو سال میں بائیبل کی اشاعت پر تقریباً ۲۴ کروڑ روپیہ کی خطیر رقم صرف کی ہے - آجتک تقریباً سات آٹھ سو مختلف زبانوں اور بولیوں میں انجیل کا ترجمہ ہو چکا ہے سال گذشتہ کی سوسائٹی نے انجیل کی ۶۰ لاکھ جلدیں شایع کیں - اور گذشتہ ۵۰ سال سے اسکی سالانہ اشاعت میں ۹۰ ہزار جلد کا ہر سال اضافہ ہوتا رہا ہے یہ سوسائٹی بحساب اوسط ہر روز ساڑھے دس ہزار روپیہ انجیل کی اشاعت پر صرف کرتی ہے - ملکہ وکٹوریہ آنجہانی نے جب ایک ایسے ہی موقعہ پر ان کی خدمت میں ایک انجیل کا نسخہ پیش کیا گیا - فرمایا تھا کہ "بائیبل برطانیہ کی کامیابی کا راز ہے" اس سے عیسائی خداپرست دنیا میں انکا شہرہ حد تک پہونچ گیا جس حال کے جلسہ کا اوپر ذکر کیا گیا اوس میں بھی حضور ملک معظم کی خدمت میں انجیل مقدس کا ایک نسخہ پیش کیا گیا - اور آپ نے اپنی تقریر دلپذیر میں انجیل کو "اولیں قومی خزانہ" اور "دنیا کی سب سے زیادہ قیمتی چیز" کے الفاظ سے تعبیر کیا - ہمارے لئے یہ موقعہ انجیل مقدس اور فرقان حمید کی تعلیم کو آپس میں مقابلہ کرنیکا نہیں ہے - متعدد گذشتہ صدیوں میں مہذب ممالک کے کئی برگزیدہ غیر مسلم عالم و فاضل نہایت بے تعصبی سے اسلامی تعلیم کے بارہ میں اپنی قیمتی رائیں ظاہر کر چکے ہیں - اور آئے دن ایلکی ارائے کا اظہار ہوتا رہتا ہے - جو حق ورا ستی کے طالب منصف مزاج اشخاص کے عور و خوض کو اپنی طرف کھینچنے کا حق رکھتی ہیں مگر افسوس کہ ہم مسلمان اپنے پاک مذہب کی اشاعت سے کسقدر غافل اور بے خبر ہیں - کیا ہماری سینکڑوں بڑے بڑے نام والی اسلامی انجمنیں اور انسٹی ٹیوشن بتلا سکتی ہیں - کہ وہ ۱۰ ½ ہزار روپیہ یومیہ خرچ کرنے کی بجائے مہینہ بلکہ سال بھر میں بھی اس قدر رقم اشاعت اسلام و قرآن پر صرف کرتی ہیں - اور کیا وہ اسبارہ میں اپنے آپ کو اشاعت اسلام و احکام الٰہیہ کی ذمہ داری سے سبکدوش قرار دے سکتی ہیں - حالانکہ یہی غرض جتلا کر وہ عام مسلمانوں سے روپیہ وصول کرتی ہیں - افسوس کہ اس بیداری اور ترقی کے زمانہ میں ایک ہمدرد اور عادل گورنمنٹ کے زیر سایہ رہکر بھی مسلمان خواب غفلت سے نہیں چونکتے - اور اپنی ہمسایہ قوموں کی برتر حالت بھی ان کے دلوں میں سخت جد و جہد کا رشک پیدا نہیں کرتی - ورنہ اگر انہیں خواب غفلت سے ہوش آیا ہوتا - کہ وہ نہایت زور سے اس امر کو محسوس کرتے کہ ہماری عین قومیت جس پاک مذہب کی رہین منت ہے پہلے اس کے پاک احکام و ارشادات

کے سانچے میں افرادی زندگی کو ڈھالنا - پھر اُسی سانچے میں قومی زندگی کو ڈھالنے کی مسلسل اور سر توڑ کوشش کرنا ہمارا سب سے پہلا فرض ہے" (وطن)

سب دردوں کا درمان

علامہ رشید رضا آفندی ایڈیٹر المنار

مصر اپنے مجوزہ اسلامی کالج اور قایم کردہ مجلس دعوت و ارشاد کی ضرورت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"مذہب کی دعوت ہی آب حیات ہے - جس سے ابتدائی اور انتہائی عقلیں سیراب ہوتی ہیں - اور مذہبی دعوت ہی وہ روغن ہے جسکی مدد کے بغیر قومی ترقی کا چراغ روشن نہیں ہو سکتا - دین اسلام کا یہی قاعدہ رہا ہے - وہ پہلی صدی میں زمین کے ایک ٹکڑے تک محدود تھا - پھر تمام دنیا میں پھیل گیا - اسکا سبب یہی ہے - کہ اسلام کی منادی کرنے والوں نے دنیا میں پھیل کر دلایل و براہین کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جسطرح تیغ و سنان سے مجاہدین نے مخالف قوموں کو زیر اور فتح کیا -

تاریخ میں ہمیں کہیں نہیں پڑھا کہ ابتدائی صدیوں کے بعد دعوت اسلام کی قوت اپنے حال پر بدستور ثابت رہی ہو - حالانکہ واجب یہ تھا کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ مذہبی دعوت بھی ترقی کرتی جاتی - جسطرح تخم ریزی کے بعد زراعت ترقی کرتی ہے - لیکن ہم کو تاریخ نہایت افسوس کیساتھ اطلاع دے رہی ہے کہ اسلام کی دعوت میں روز بروز انحطاط آتا گیا - اور ہمنے نہیں سُنا کہ مسلمان فاتحین اس زمین سے جو ان کے ہاتھ میں تھی - بالشت بھر بھی آگے بڑھے ہوں - علاوہ اس کے اسلام کی حقیقی دعوت کے آثار کسی زمانہ سے مٹ گئے دوسری دعوتیں اس کے کھنڈروں پر قایم ہو گئیں - اور خود دعوت دینے والوں نے اپنے اپنے جدید مذاہب کے موافق اسلام کی مزاحمت کی - اسلام فرقہ باطنیہ میں آگیا - بعض عجیب عجیب مذاہب پیدا ہو گئے - مفسد علماء نے جاہل اور بے شعور عوام پر غلبہ پایا اور چونکہ اسلام کو غلبہ دینے کی طاقت انہیں نہ رہی تھی - لہٰذا بجائے دعوت اسلام کے خود اسلام سے اسلام کی جنگ چھڑ گئی - اور ہم ایک ایسے زمانہ میں آگئے کہ مسلمانوں کو دعوت شر دینے والوں کے مابین اسطرح گھر ا ہوا دیکھتے ہیں - جیسے دو طرفہ چوگانوں کے درمیان گیند کی حالت ہوتی ہے کہ ایک اس کو پھینکتا ہے اور دوسرا دبوچ لیتا ہے"

یہ لوگ وہ ہیں - جو انسانوں کو اس امر کی دعوت دیتے ہیں - کہ اسلام ایک خاص شخصی امر اور انسانی ضمیر کا نتیجہ ہے - وہ انسانی زندگی کو روشن و تابناک بنانیکا مظہر نہیں ہو سکتا - ملحدوں نے یہ ایک ایسا بیج بویا ہے - اور لوگوں ایک ایسی بات کی دعوت دے رکھی ہے کہ اسلام کی روح وسیع ہو لے شارع اسلام کی تعلیمات پھیلنے اور خدا کے نام لینے کی ضرورت ہی نہ رہے صفحہ وجود سے خدانخواستہ یہ نام ہی مٹ جائے اور خدا کے وجود و عدم کی بحث کا جھگڑا ہی نہ رہے - نہ انسانوں میں شقاق و نفاق پھیلے کہ کوئی تو خدا کے وجود کا قایل ہی ہے اور کوئی اس کے عدم کا یہ فاسد بیج یورپ میں اُگا - اور وہاں سے ان لوگوں نے اس کو لیکر اسلامی ممالک اس کی آبیاری کی جن پر یورپ کا بھوت سوار تھا - یہ اس فکر میں پڑ گئے - کہ یورپ کا تمدن - یورپ کی رائے اور وہ تمام چیزیں جن کو یورپ سے نسبت ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ ایسی چیزیں ہیں کہ باطل نہ تو اس کے سامنے آتا ہے اور اس کے پیچھے مسلمان دراصل زندہ ہی نہ تھے - کہ ایسے زہروں سے ان کو مار ڈالنے کی حاجت مقلدین یورپ کو ہوتی - انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمانوں کو دوگنی موت ماریں ان کی رائیں اور ان کے اثرات بہت سے ایسے امور میں ظاہر ہونے لگے - جو اسلام کے مظہر تھے لیکن ان لوگوں نے اس مظہر کو اپنے زخرفہ کے پردوں میں چھپایا ہے - مسلمانوں کے جسقدر رہنما تھے - ان کی راہوں پر یہ لوگ شیطانوں کیطرح کھڑے ہو گئے کہ ان کو ہدایت سے باز رکھیں اور حقیقی اسلام سے روکیں چنانچہ فرقہ باطنیہ کو ہم دیکھ رہے ہیں - کہ لوگوں کو کھلم کھلا ضلالت کی دعوت دے رہے ہیں - مرعتی لوگ منادی کر رہے ہیں کہ دین کو دلوں میں چھپائے رکھو زبانوں پر نہ لاؤ "

ان کے علاوہ ایک جرار لشکر اور بھی ہے جو شہروں کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے ان کی مجلسیں ہیں جماعتیں ہیں کمیٹیں ہیں - جو دعوت دینے والوں (پادریوں) کو مختلف شہروں میں بھیجتی ہیں - تاکہ مسلمانوں کو دائرۃ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے احاطہ رب (مسیح) کی جانب پھیریں - مسلمان ان بلاؤں اور مصیبتوں کو دیکھتے ہوئے کیا کر رہے ہیں - اسلام ایک ماہی ہے اگر اس کے عورات جسم میں زنبوروں کا اتنا بڑا ہجوم ہیں جائے - تو ماہی ایک ساعت بلکہ اس سے بھی قلیل وقت میں انکا لقمہ ہو جائیگا -

مسلمانوں پر افسوس ہے جنکے اجسام اسقدر ہلاک کرنے والے زہروں سے مسموم ہوں جنکو جہالت بچھاڑتی ہے - جن کو سستی اور غفلت بچھاڑتے - جن کو اندرونی تنہیاں گھیرے - جنکی آنکھوں کی کمائی انہیں بڑی دعوت دینے والوں نے کی ہو - اگر ہم اسلام سے پوچھیں کہ تیری یہ حالت کس نے کر دی اور کس لئے تجھ پر یہ بلا تیرے فنا کرنے کو نازل ہوئی - کچھ تو بتا ؟ تو اسلام نہایت صاف اور فصیح زبان سے یہی کہیگا کہ مجھ پر یہ مصیبت علمائے دین نے ڈالی -

میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں کا نام علمائے دین کیوں کہا گیا اور لوگوں نے انپر اس بزرگ و جلیل القدر نام کا اطلاق کیوں کیا - میں اس گہرے اور نادر نام کے معنے سمجھنا چاہتا ہوں - اور وہ کونسا دین ہے ؟ جس کے معنے اسلام ہیں - کیا اس دین کے علماء بھی ہیں - جو اس میں مشغول ہیں - یا ان کے علاوہ کوئی اور ہیں - عالم دین کے اسم سے مسمیٰ ہونے کے لایق تو وہی ہوگا - جو دین کے معنے اور اس کی مراد سمجھے - میں نے دین میں نظر کی تو علماء ہی کے ہاتھوں اوسے مصیبت زدہ - اور انہیں کے تیروں سے اوسے زخمی پایا - جو دین سے منہ پھیر کر مزخرفات

از صدر دفتر سنٹرل کمیٹی تکمیل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

مسلم یونیورسٹی کے موعودہ چندوں کے جلد سے جلد وصول ہونیکی ضرورت

خدا کا شکر ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے لئے چندہ فراہم کرنے کی ملک کے ہر حصہ میں جا بجا سرگرم کوششیں ہو رہی ہیں۔ فراہمی چندہ کے متعلق تائیدی جلسوں میں اس وقت تک جو تجویزیں ہوتی رہی ہیں۔ ان سے یہ خیال ہوتا تھا کہ ماہ نومبر ۱۹۱۱ء تک رقوم موعودہ کا وصول ہو جانا بالکل کافی ہے۔ لیکن حال میں جو ڈیپوٹیشن بسرکردگی آنریبل سر راجہ صاحب بہادر محمود آباد شملہ پہنچا تھا۔ اور جس میں آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب اور ڈاکٹر ضیاءالدین احمد صاحب اور یہ خاکسار (آنریری سکرٹری) شریک تھے۔ اور جسکا یہ مقصد تھا کہ اعلےٰ حکام گورنمنٹ سے پرائیویٹ طور پر مسلم یونیورسٹی کے قواعد و ضوابط کے متعلق کچھ گفتگو کریں۔ اس کا نتیجہ گفتگو اگرچہ بالکل راز کے صیغہ میں ہے۔ اور ابھی تک کوئی فیصلہ قطعی طور پر ہوا ہی نہیں ہے۔ لیکن ممبران ڈیپوٹیشن کو یقین ہے کہ جس وقت نتیجہ عام طور پر مشتہر ہوگا۔ تو عامہ اہل اسلام گورنمنٹ کے نہایت ہی شکر گذار ہوں گے مگر ایک سخت مشکل یہ لاحق ہو گئی ہے کہ جب تک کم از کم پچیس لاکھ روپیہ بنک بنگال میں بنام مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن فنڈ جمع نہ ہو جائے۔ ہم کوئی باضابطہ درخواست گورنمنٹ میں یونیورسٹی کے متعلق پیش نہیں کر سکتے۔ حضور شہنشاہ معظم کی رونق افروزی ہندوستان سے پہلے پہلے جہاں تک ممکن ہو گورنمنٹ سے ابتدائی مراحل طے ہو جانے چاہئیں۔ اور اس کام کیلئے اب اس قدر تنگ وقت وہ رہ گیا ہے۔ کہ موعودہ چندوں کے وصول میں اور جدید چندوں کی فراہمی میں توقف کرنے کی کوئی گنجایش باقی نہیں ہے۔ لہذا تمام اصحاب سے جو مسلم یونیورسٹی کا قایم ہونا چاہتے ہیں۔ التماس ہے کہ مہربانی سے چندہ ہائے موعودہ جسقدر جلد ممکن ہو ادا فرمائیں۔ اس میں جسقدر تاخیر ہوگی اسی قدر اصل مقصد کے حاصل ہونے میں تاخیر اور دشواریاں پیش آئیں گی۔ اور جو موزوں وقت خوش قسمتی سے اس وقت مسلمانوں کو حاصل ہے وہ پھر ہاتھ نہ آئیگا۔

خاکسار مشتاق حسین آنریری سکرٹری

سیّد نذیر حسین دہلوی کی لائف

سیّد نذیر حسین دہلوی کی لائف الحیاۃ بعد الممات نام آجکل میری نظر سے گذری چونکہ مولوی نذیر حسین پہلا شخص ہے جس نے اپنے روحانی فرزند شیخ بٹالوی کی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت پر کفر کا فتوے دیا۔ اس لئے میں نے نہایت غور سے اس کی لائف کو پڑھا تا کہ دیکھوں کہ اس کی سوانح زندگی میں ان واقعات کو کس طرح ترتیب دیا ہے۔ علاوہ بریں میں اپنے مذاق کے موافق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائف کا میٹریل جمع کرتا رہتا ہوں۔ اس لحاظ سے بھی میں نے اس کو نہایت توجہ سے پڑھا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ الحکم کے ناظرین کو بھی اس لطف میں شامل کروں۔ جو میں نے اس تالیف کے پڑھنے سے اوٹھایا ہے۔

میں اس امر کے اظہار سے نہیں رک سکتا کہ اس تالیف کو پڑھکر مجھے بہت افسوس ہوا۔ میرا خیال تھا۔ کہ مولوی نذیر حسین صاحب (جو محدث کہلاتے جاتے تھے اور جنکے تلامذہ کی فہرست ... کے قریب دیکھی ہے) کی لائف میں احادیث کے متعلق بعض قیمتی معلومات اور اچھوتے نکات ملیں گے۔ لیکن ہر شخص بھی اس کتاب کو میرے جیسا مذاق لیکر پڑھنے کی کوشش کرے گا تو میری طرح مایوس ہی ہونا پڑیگا پھر میں نے اس کتاب کو ایک اور نقطہ خیال سے بھی پڑھا۔ کہ چونکہ محدثین فن تنقید کے موجد ہیں۔ اس لئے محدث دہلوی کی لائف نہایت آزادانہ اور مورخانہ طریق تنقید پر لکھی جائیگی۔ اور ان کی کمزوریوں اور فروگذاشتوں پر پردہ پوشی کی پالیسی کو جائز نہیں رکھا جائیگا۔ مگر

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مصنف نے خود اس فروگذاشت کو افسوس سے محسوس کیا ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے ہیرو کی لائف نہیں لکھ سکا۔ اس قسم کی فروگذاشتوں کے باوجود بھی میں چاہتا ہوں۔ کہ سید نذیر حسین صاحب کی لائف پر تنقید کروں۔ امید ہے اسے دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔

شاعرانہ مذاق

مصنف نے مولوی نذیر حسین کے مذاق شاعری کا ایک الگ باب باندھا ہے۔ اور کتاب کے صفحہ ۱۹۲ پر لکھا ہے درس حدیث کے وقت عاشقانہ اشعار ایسے ایسی پڑھتے کہ سن کر حیرت ہو جاتی۔ ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

ایک سو برس کے بڈھے محدث کی زبان سے طالبعلموں کے مجمع میں درس حدیث کے وقت ایسے عاشقانہ اشعار کا اظہار جس سپرٹ کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ ایک صوفی۔ ایک پیر۔ ایک مدرس۔ ایک محدث ایک پیر فرتوت کی شان ایسی عاشقانہ رنگین مزاجی سے بالاتر ہونی چاہیئے۔ شاید اسی فیض صحبت کا اثر ہے۔ جو امرتسری شیخ اس شعر کو بکثرت پڑھا کرتا ہے۔ دہلوی شیخ کی سنت پر کچھ عمل کیا ہو گا!۔

مصنف نے ان اشعار کو نقل کیا ہے جو مولوی نذیر حسین محدث دہلوی اکثر پڑھا کرتے تھے۔ فلسفہ اخلاق پر بحث کرنیوالے کہتے ہیں کہ ہر شخص کے اخلاق کا پتہ اسکے دوستوں کے انتخاب سے مل سکتا ہے۔ اور پھر اس پر اور بھی ایزاد کر کے کہتے ہیں کہ اس کی پسندیدہ کتابوں سے پتہ لگ جاتا ہے جو اس سے بھی آگے گئے ہیں۔ وہ اس کے طرز بیان اور طریق کلام سے پتہ لگا لیتے ہیں۔ میں مولوی سیّد نذیر حسین صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کرنیکی جرأت نہیں کرتا۔ وہ فوت ہو چکے ہیں۔ ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ انہوں نے خدا کے برگزیدہ موعود اور مامور کو دکھ دیا یہاں تک کہ وہ پکارا

آنچہ مارا از دو شیخ شوخ آزار رسید
یا نبی اللہ بسیں از عالمی فردی الاقتدار

مگر عجیب شان الٰہی ہے کہ انکا ہی ایک خادم اور مداح ان کی زندگی کے واقعات شایع کرتا ہے۔ اور اس میں وہ اُن کے ان عاشقانہ مذاق کے اشعار کو جمع کرتا ہے میں ناظرین کی دلچسپی کیلئے ان میں سے بعض یہاں درج کرتا ہوں اس سے کیا بعید فلسفہ اخلاق کے مندرجہ بالا اصول پر انہیں دہلوی محدث کی زندگی پر غور کرنے کا موقعہ مل سکے۔

(۱) نہیں وہ اب جھمک ان میں جو پھیریں ہاتھ گالوں پر
اندھیری ہے سمند حسن کو خط روے گلگوں کا

(۲) کس کو معلوم نہیں کیفیت بازی تیری + کونسا فرد بشر ہے جسے چکمہ نہ دیا

(۳) اس شوخ نے کل باتوں ہی باتوں میں فلک + سو بار چڑھایا مجھے سو بار اتارا

(۴) ہوگا وصال غیر سے اس کا بڑا ہے غم + اتنا فراق کا میرے دلپر قلق نہیں

(۵) لذت فراق و وصل دونوں ہیں دل کو زہر
بوسے دہاں یار کے لڈو ہیں بور کے

(۶) یہی کرتا ہے اشارے کوئی اٹھتا جوبن + یوں مخل پلک کے ہر توپ ہی ہیں سر آ

(۷) داغ جھجک کے نہیں رخسار معشوق سو شرحت تمدنات گویا ہیں ریحان کے بیچ

(۸) شب کو وہ عشق دیتا تھا شہزادہ بام پر + ماہ بھی سایل کھڑا تھا چرخ نیلی فام پر

یہ نمونہ ہے ان اشعار آبدار کا جو ہمارے صوفی مشرب دہلوی محدث پیرانہ سالی میں پڑھا کرتے تھے۔ اور پڑھا بھی اسی وقت کرتے جب درس حدیث دیتے۔ اس سے بڑھ کر

از دفتر سنٹرل کمیٹی تکمیل مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

مسلم یونیورسٹی کے موعودہ چندوں کے جلد سے جلد وصول ہونیکی ضرورت

خدا کا شکر ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے لئے چندہ فراہم کرنے کی ملک کے ہر حصّہ میں جا بجا سرگرم کوششیں ہو رہی ہیں - فراہمی چندہ کے متعلق تائیدی جلسوں میں اس وقت تک جو تجویزیں ہوتی رہی ہیں - ان سے یہ خیال ہوتا تھا کہ ماہ نومبر ۱۹۱۱ء تک رقوم موعودہ کا وصول ہو جانا بالکل کافی ہے - لیکن حال میں جو ڈیپوٹیشن بسر کردگی آنریبل سر راجہ صاحب بہادر محمود آباد شملہ پہونچا تھا - اور جس میں آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب اور ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب اور یہ خاکسار (آنریری سکرٹری) شریک تھے - اور جسکا یہ مقصد تھا کہ اعلےٰ حکام گورنمنٹ سے پرائیویٹ طور پر مسلم یونیورسٹی کے قواعد و ضوابط کے متعلق کچھ گفتگو کریں - اس کا نتیجہ گفتگو اگرچہ بالکل راز کے صیغہ میں ہے - اور ابھی تک کوئی فیصلہ قطعی طور پر ہوا ہی نہیں ہے - لیکن ممبران ڈیپوٹیشن کو یقین ہے کہ جس وقت نتیجہ عام طور پر مشتہر ہوگا - تو عامہ اہل اسلام گورنمنٹ کے نہایت ہی شکرگذار ہوں گے مگر ایک سخت مشکل یہ لاحق ہو گئی ہے کہ جب تک کم از کم پچیس لاکھ روپیہ بنک بنگال میں بنام مسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن فنڈ جمع نہ ہو جائے - ہم کوئی باضابطہ درخواست گورنمنٹ میں یونیورسٹی کے متعلق پیش نہیں کر سکتے - حضور شہنشاہ معظم کی رونق افروزی ہندوستان سے پہلے پہلے جہاں تک ممکن ہو گورنمنٹ سے ابتدائی مراحل طے ہو جانے چاہئیں - اور اس کام کیلئے اب اس قدر تنگ وقت رہ گیا ہے کہ موعودہ چندوں کے وصول میں اور جدید چندوں کی فراہمی میں توقف کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے - لہذا تمام اصحاب سے جو مسلم یونیورسٹی کا قائم ہونا چاہتے ہیں - التماس ہے کہ مہربانی سے چندہ ہائے موعودہ جسقدر جلد ممکن ہو ادا فرمائیں - اس میں جسقدر تاخیر ہوگی اسی قدر اصلی مقصد کے حاصل ہونے میں تاخیر اور دشواریاں پیش آئیں گی - اور جو موزوں وقت خوش قسمتی سے اس وقت مسلمانوں کو حاصل ہے وہ پھر ہاتھ نہ آئیگا ۔

خاکسار مشتاق حسین آنریری سکرٹری

سیّد نذیر حسین دہلوی کی لائف

سیّد نذیر حسین دہلوی کی لائف الحیاۃ بعد المماۃ نام آجکل میری نظر سے گذری چونکہ مولوی نذیر حسین پہلا شخص ہے جس نے اپنے روحانی فرزند شیخ بٹالوی کی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت پر کفر کا فتوےٰ دیا - اس لئے میں نے نہایت غور سے اس کی لائف کو پڑھا تاکہ دیکھوں کہ اس کی سوانح زندگی میں ان واقعات کو کس طرح ترتیب دیا ہے - علاوہ بریں میں اپنے مذاق کے موافق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لائف کا میٹریل جمع کرتا رہتا ہوں - اس لحاظ سے بھی میں نے اس کو نہایت توجہ سے پڑھا ہے میں نے مناسب سمجھا کہ الحکم کے ناظرین کو بھی اس تلطف میں شامل کر دوں - جو میں نے اس تالیف کے پڑھنے سے اوٹھایا ہے -

میں اس امر کے اظہار سے نہیں رک سکتا کہ اس تالیف کو پڑھکر مجھے بہت افسوس ہوا - میرا خیال تھا - کہ مولوی نذیر حسین صاحب (جو محدث کہلائے جاتے تھے اور جنکے تلامذہ کی فہرست ... کے قریب دیکھی ہے) کی لائف میں احادیث کے متعلق بعض قیمتی معلومات اور اچھوتے نکات ملیں گے - لیکن جو شخص بھی اس کتاب کو میرے جیسا مذاق لیکر پڑھنے کی کوشش کرے گا مجھے ہی کی طرح مایوس ہی ہونا پڑیگا پھر میں نے اس کتاب کو ایک اور نقطہ خیال سے بھی پڑھا - کہ چونکہ محدثین فن تنقید کے موجد ہیں - اس لئے محدث دہلوی کی لائف نہایت آزادانہ اور مورخانہ طریق تنقید پر لکھی جائیگی - اور ان کی کمزوریوں اور فروگذاشتوں پر پردہ پوشی کی پالیسی کو جائز نہیں دیکھا جائیگا - مگر

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مصنف نے خود اس فروگذاشت کو افسوس سے محسوس کیا ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے ہیرو کی لائف نہیں لکھ سکا - اس قسم کی فروگذاشتوں کے باوجود بھی میں چاہتا ہوں - کہ سید نذیر حسین صاحب کی لائف پر تنقید کروں - امید ہے اسے دلچسپی سے پڑھا جائیگا -

شاعرانہ مذاق مصنف نے مولوی نذیر حسین کے مذاق شاعری کا ایک الگ باب باندھا ہے - اور کتاب کے صفحہ ۱۹۲ - پر لکھا ہے درس حدیث کے وقت عاشقانہ اشعار ایسے بھی پڑھتے کہ سن کر حیرت ہو جاتی - ایک مرتبہ فرمانے لگے

> ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
> تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

ایک سو برس کے بڈھے محدث کی زبان سے طالبعلموں کے مجمع میں درس حدیث کے وقت ایسے عاشقانہ اشعار کا اظہار جس سپرٹ کو ظاہر کرتا ہے - وہ ظاہر ہے - ایک صوفی - ایک پیر - ایک مدرس - ایک محدث ایک پیر فرتوت کی شان ایسی عاشقانہ رنگین مزاجی سے بالاتر ہونی چاہیئے - شاید اسی فیض صحبت کا اثر ہے - جو امرتسری منکر اس شعر کو بکثرت پڑھا کرتا ہے - دہلوی شیخ کی سنت سمجھکر عمل کیا ہوگا ! -

مصنف نے ان اشعار کو نقل کیا ہے جو مولوی نذیر حسین محدث دہلوی اکثر پڑھا کرتے تھے - فلسفہ اخلاق پر بحث کرنیوالے کہتے ہیں کہ ہر شخص کے اخلاق کا پتہ اسکے دوستوں کے انتخاب سے مل سکتا ہے - اور پھر اس پر اور بھی ایزاد کر کے کہتے ہیں کہ اس کی پسندیدہ کتابوں سے پتہ لگ جاتا ہے جو اس سے بھی آگے گئے ہیں - وہ اس کے طرز بیان اور طریق کلام سے پتہ لگا لیتے ہیں - میں مولوی سیّد نذیر حسین صاحب کی شان میں کوئی گستاخی کرنیکی جرأت نہیں کرتا - وہ فوت ہو چکے ہیں - ان کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے - اس میں کوئی کلام نہیں - انہوں نے خدا کے برگزیدہ موعود اور مامور کو دکھ دیا یہاں تک کہ وہ پکارا

آنچہ مارا از دو شیخ شوخ آزار رسید
یا نبی الله رسید از عالمی فردی الاقتدار

مگر عجیب شان الٰہی ہے کہ انکا ہی ایک خادم اور مداح ان کی زندگی کے واقعات شایع کرتا ہے - اور اس میں وہ اُن کے ان عاشقانہ مذاق کے اشعار کو جمع کرتا ہے - میں ناظرین کی دلچسپی کیلئے ان میں سے بعض یہاں درج کرتا ہوں اس سے کیا بعید فلسفہ اخلاق کے مندرجہ بالا اصول پر انہیں دہلوی محدث کی زندگی پر غور کرنے کا موقعہ مل سکے -

(۱) نہیں وہ اب چمک ان میں جو بیٹیں ہاتھ گالوں پر
اندھیری ہے سمند حسن کو خط روئے گلگوں کا

(۲) کس کو معلوم نہیں گنجفہ بازی تیری + کونسا فرد دلبر ہے جسے جلا دیا

(۳) اس شوخ نے کل باتوں ہی باتوں میں فلک + سو بار جی اٹھایا مجھے سو بار مارا

(۴) ہر گا وصال غیر سے اس کا برا ہے غم + اتنا فراق کا میرے دل پر قلق نہیں

(۵) لذت فراق و وصل دونوں ہی دل کو زہر
بوسے دہاں یار کے لڈو ہیں بورے کے

(۶) یہی کرتا ہے اشارے کوئی اٹھتا جوبن + لیلی محمل پلکے ہر طرف ہے پھرا

(۷) داغ جگر کے نہیں رخسار معشوق + غربت لذت گویا کہ مر ریحان تخت

(۸) شب کو وہ عشق دیتا تھا ہر ادہ بام پر + ماہ بھی سائل کہ اٹھا چرخ پیلی فام پر

یہ نمونہ ہے ان اشعار آبدار کا جو ہمارے صوفی مشرب دہلوی محدث پیرانہ سالی میں پڑھا کرتے تھے - اور پڑھا بھی اسی وقت کرتے جب درس حدیث دیتے - اس سے بڑھ کر

شرم کی کیا بات ہوگی کہ طلبا کے سامنے ذلیل مذاق کے اشعار پڑھے جائیں۔ ان اشعار کی کوئی بہتریں توضیح کر کے ان کے روحانی فرزند مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی آکر کے دکھائیں کہ ان میں کہانتک معرفت ربانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اور احادیث جیسے پاک کلام سے انہیں کیا تعلق اور تناسب ہے؟ غالباً ان کے یہ حالات ان کے ساتھ ہی چھپ جاتے۔ مگر اس مامور من اللہ کی مخالفت نے خود ان کے دوستوں کے ہاتھوں ان کے اس ذلیل مذاق کا اظہار کرا دیا۔

آپ کے عشق الٰہی کا سماں

بھی لائق مصنف نے دکھایا ہے۔ جو کتاب مذکور کے صفحہ ۱۴۲ میں یوں لکھا ہے "آپ کے عشق کا سماں اس وقت قابل دید تھا۔ جبکہ آپ آخر شب کو نماز کے تہجد کے بعد گھر سے آکر در مسجد یا صحن میں بیٹھ جاتے۔ اس وقت سناٹے کا عالم بھیوں کا بی کہاں؟ فاختے کی صدا ئے کو کو۔ آسمان پر تاروں کی چمک ٹھنڈی ہواؤں کا جھولکا۔ اور جوانوں کے خواب ناز کا وقت اس میں اردو فارسی عربی کے عاشقانہ اشعار کا اپنے خاص لہجے اور خاص سُروں میں پڑھنا۔ پھر اس صدا کی دلربائی۔ اس کا لطف کچھ وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے وہ سماں دیکھا ہے"

یہ ہے محدث دہلوی کا ذکر شغل یہ ہے۔ آپ کے عشق الٰہی کا سماں ایک زمانہ میں دیو سماج میں عشق الٰہی کے جلسے ہوا کرتے تھے ان جلسوں میں تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف بھی ہوتی تھی۔ حالانکہ وہ لوگ قرآن مجید اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے بے بہرہ اور ناآشنا محض تھے۔ مگر ہمارا دھلوی محدث جس کو اب مجدد مائۃ حاضرہ بھی کہا جاتا ہے۔ عاشقانہ اشعار کا وظیفہ کرتا ہے اور اس کے عاشقانہ اشعار کا کسیقدر نمونہ اوپر دیا جا چکا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ آپ کو خدا تعالیٰ سے کسقدر تعلق تھا۔ اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسقدر محبت۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام کو روز و شب پڑھانے والا انسان ایسے وقت میں بے اختیار ہو کر درود شریف کثرت سے پڑھتا۔ اور آپ کی سنت کا سچا عامل اور متبع ان اوراد وظائف کو اپنا معمول قرار دیتا جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ مگر یہاں ہم کیا دیکھتے ہیں؟

ایک سو سالہ عمر کے پچھلے حصہ میں ہجر و وصل کے ترانے اُڑا رہا ہے کیا خوب سے

پیرے کہ دم عشق زند بس غنیمت است

میں پھر ایک بار یہ معذرت کرنے کا جوش پاتا ہوں۔ کہ مجھے سید نذیر حسین صاحب کے ان واقعات زندگی پر تنقید کرتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں ایسا امر نہیں پایا جانا چاہیئے تھا۔ جس میں اشارۃً یا کنایۃً کوئی ایسی بات ہو جو انسانی اخلاق فاضلہ یا سنت نبویہ کے خلاف ہو۔ میں نے ایسے بزرگوں کے حالات سُنے ہیں۔ جو کسی غیر اللہ کی تعریف کا شعر بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں پڑھنا اھل لغیر اللہ بہ قرار دیتے تھے اور اس کو بھی ایک قسم کا شرک سمجھتے تھے۔ ایسے لوگوں کی طبیعت پر توحید کا حد درجہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی محبت و معرفت میں ایسے محو اور خود رفتہ ہوتے ہیں کہ کسی انسان کی تعریف بھی انہیں خوش نہیں کر سکتی۔

مولوی نذیر حسین ایسے محدث اور محدثات کی شان اس سے بزرگ ہونی چاہیئے تھی۔ کہ وہ تہجد کے وقت مسنون وظائف کو چھوڑ کر رندانہ اشعار کو اپنی دلچسپی کا ذریعہ سمجھیں۔ یوں اس کے معنے خواہ کیسے ہی خوبصورت کر لیے جاویں۔ مگر ایک غیر طرفدار انسان تو یہ کہنے پر مجبور ہوگا۔ کہ اس قسم کے عاشقانہ اشعار پڑھ کر وہ بھی ہوئی حسرتوں اور مٹی ہوئی امنگوں کو ابھارنے کا لطف اٹھانا چاہتے تھے اور کچھ نہیں۔

اس نمبر کو یہاں ہی ختم کر دیا جاتا ہے آئندہ انشاء اللہ کچھ اور بھی لطائف سنائیں گے۔ و باللہ التوفیق۔

"وقار نواز جنگ کی تعلیم نفاق"

الحکم کے ناظرین وقار نواز جنگ کے نام سے عموماً واقف ہونگے۔ صحاح ستہ کے اردو ترجمہ کر نیکی وجہ سے وہ اسلامی ہند میں مشہور ہیں۔ ریاست حیدر آباد دکن کے وظیفہ خور ہیں۔ اہلحدیث گروہ میں ممتاز اور معزز سمجھے جاتے ہیں۔ مولوی محمد حسین بٹالوی اور امرتسری منکر کے درمیان جب مناظرت کا سلسلہ جاری ہوا تو وقار نواز جنگ صاحب نے بھی اہلحدیث میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ ان امور کے علاوہ وقار نواز جنگ ایک اور خاص امر کیوجہ سے بھی مشہور ہیں اور وہ آپ کی تالیف ھدایۃ المھدی ہے۔ ہدیۃ المہدی میں نواب وقار نواز جنگ بہادر نے مسلمانوں کو مذہب زی اور سامان حرب کی تعلیم دی۔ اس کتاب ھدایۃ المھدی کو انہوں نے علماء اہلحدیث اور دوسرے اہلحدیث مسلمانوں میں مفت تقسیم کیا۔ وہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی تاکہ اس کا اثر مخفی رہے۔ خدا کا شکر ہے کہ بروقت انکی اس خطرناک تالیف کی اطلاع سرکار دکن کو ہو گئی اور دربار دکن نے اس پر مناسب نوٹس لیا۔ علماء اہلحدیث کا فرض تھا کہ وہ ایسے بیہودہ خیالات کی فوراً تردید کرتے اور وقار نواز جنگ کو متنبہ کرتے کہ وہ ایسی تحریروں کا آپ ذمہ وار ہے اور اہلحدیث اس سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مگر نہایت افسوس سے ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ علماء اھلحدیث نے اس پر توجہ نہیں کی۔ اس کتاب کے متعلق دربار دکن نے جو نوٹس لیا وہ فی الحال ایک خیر خواہ تاج برطانیہ رعایا کا فرض تھا۔ ورنہ مسلمانوں خصوصاً اہلحدیث کو بدنام کرنے میں وقار نواز جنگ نے کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ اس سے سبق لیتے اور خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہانت کی پاداش میں انی مھین من اراد اھانتک کے اس اعجاز سے فائدہ اٹھاتے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ ابھی انکی علمی اور اعتقادی ذلت کی کوئی کسر باقی ہے اسکا اظہار ۳۱ مئی ۱۹۱۱ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ہوا ہے۔ اخبار مذکور میں وقار نواز جنگ کو مسلمانوں کے باہمی اتفاق کی تجویز پیش کرنیکا شوق پیدا ہوا ہے۔ جو تجویز آپ نے پیش کی ہے وہ ایسی خلاف وقار اور اہلحدیث کے اصول کی مخالف ہے کہ اسے پڑھ کر شرم آجاتی ہے۔ اور بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ

یہ وقار نواز کی روحانی موت ہے

اگرچہ اسکی کتاب ھدایۃ المھدی میں اور بھی بہت سی باتیں ہیں۔ جو مذہب اہلحدیث کے صریح متضاد اور مخالف ہیں۔ اگر وقار نواز اور ان کے حامیوں میں سے کوئی اس پر تولا تو انشاء اللہ العزیز انہیں گھر تک پہنچا دیا جائیگا مگر سردست مجھکو ان کی اس تجویز اتفاق کو پیش کرنا ہے۔ اور اس کے بعد اہلحدیث کانفرنس کے سکرٹری اہلحدیث اخبار کے ایڈیٹر امرتسری منکر سے پوچھونگا کہ کیا وہ فتوی جو تعزیہ کے متعلق وہ ہر سال شائع کیا کرتے ہیں۔ وقار نواز کے حق میں بھی دینے کو طیار ہیں یا نہیں؟ اس تجویز پر پورا غور کرنیکے لئے پہلے وقار نواز جنگ کے مضمون کو پڑھ لینا چاہیئے۔ وھو ھذا:۔

اتفاق اہل اسلام

آجکل اس مسئلہ کی اہمیت اور ضرورت پر ہر ایک اسلامی اخبار میں بحث ہو رہی ہے اور در حقیقت حالات موجودہ کے لحاظ سے مسلمانوں کو اپنی قومی بقا اور ترقی کیلئے اتحاد و اتفاق ناگزیر ہے۔ مگر غور طلب یہ ہے کہ کسطرح اور کیونکر یہ مطلوب حاصل ہو ہمارے زمانہ کے عقلا اور اہل الرائے مختلف طریقے اس کی نسبت ظاہر کر رہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ ہر ایک فریق اپنی مراسم خاصہ پر قائم اور اس کی اشاعت اور تکثیر کیلئے بدل کوشاں رہے۔ مگر اغراض عمومی جیسے اثبات توحید اور نبوت اور حمایت پیغمبر اور قرآن میں سب فرق ملکر بالاشتراک کوشش کریں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہر فریق کے علماء جمع ہو کر بعد بحث اور تفتیش مایہ الاشتراک کیلئے ایک مسلک اور طریق تجویز کریں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہر ایک فریق عامل بہ سنت پر عمل پیرا ہو کر امور مختلف فیہ میں تقریر یا تحریر کرنے سے قطعاً محترز رہے۔ میری ناقص رائے میں عمدہ صورت یہ ہے کہ پہلے صرف اسلامی دو فریق سنی اور شیعہ میں اتفاق حاصل ہونے کی کوشش کیجائے اور دیگر فرق قادیانی اور چکڑالی۔ اور نیچری۔ اشخاص سے بالکل